لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ

القران الحکیم ۱۲:۶۵

النور

احسان - وفأ ۱۳۸۹ہش
جون - جولائی ۲۰۱۰ء

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلہ

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ

القرآن الحکیم ۔سورۃ البقرۃ ۔آیت ۱۵۶

۲۸ مئی ۲۰۱۰ء کو لاہور پاکستان میں احمدیہ مساجد پر ہونے والے دہشتناک حملوں کا ایک منظر

Mr. Khalil Solangi Shaheed of AMC Maryland who was martyred during attack on Ahmadiyya Mosques in Lahore , Pakistan.

AMC USA Delegation Visting Ahmadiyya Mosque at the Occassin of Inaugration of New Mission House in Quetzaltenango , Guatemala, Central America
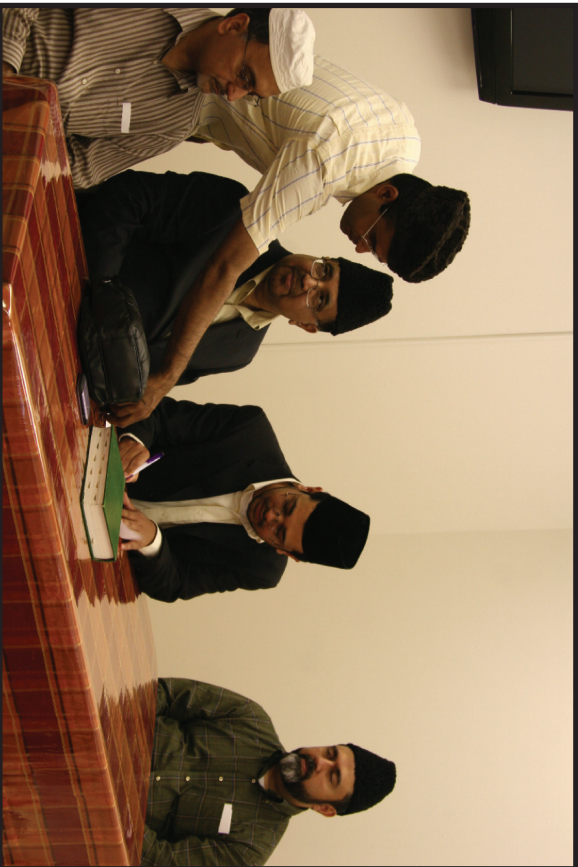
Interfaith Activities of North Eatern Chpater of Ahmadiyya Muslim Community

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۙ یُخۡرِجُهُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ ۬ؕ (2:258)

النـــور

جون۔جولائی 2010

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

اِذۡ جَآءَتۡهُمُ الرُّسُلُ مِنۡۢ بَیۡنِ اَیۡدِیۡهِمۡ وَمِنۡ خَلۡفِهِمۡ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ

(حٰمٓ السجدۃ : 15)

جب اُن کے پاس اُن کے سامنے بھی اور اُن سے پہلے زمانوں میں بھی پیغمبر آتے رہے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

{700 احکامِ خُداوندی صفحہ 59}

نگران: ڈاکٹر احسان اللہ ظفر
امیر جماعت احمدیہ، یو۔ایس۔اے

مدیرِ اعلیٰ: ڈاکٹر نصیر احمد

مدیر: ڈاکٹر کریم اللہ زیروی

ادارتی مشیر: محمد ظفر اللہ ہنجرا

معاون: حسنیٰ مقبول احمد

لکھنے کا پتہ:
karimzirvi@yahoo.com
Editor Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905

فہرس

قرآن کریم

اَیَّامًا مَّعۡدُوۡدٰتٍ ؕ فَمَنۡ کَانَ مِنۡکُمۡ مَّرِیۡضًا اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنۡ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَی الَّذِیۡنَ یُطِیۡقُوۡنَہٗ فِدۡیَۃٌ طَعَامُ مِسۡکِیۡنٍ ؕ فَمَنۡ تَطَوَّعَ خَیۡرًا فَہُوَ خَیۡرٌ لَّہٗ ؕ وَاَنۡ تَصُوۡمُوۡا خَیۡرٌ لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ○

(البقرة: 185)

(سوتم روزے رکھو) چند گنتی کے دن۔ اور تم میں سے جو شخص مریض ہو یا سفر میں ہو تو (اُسے) اَور دنوں میں تعداد (پوری کرنی) ہوگی۔ اور اُن لوگوں پر جو اس کی (یعنی روزہ کی) طاقت رکھتے ہوں ایک مسکین کا کھانا دینا (بطور فدیہء رمضان کے) واجب ہے۔ اور جو شخص پوری فرمانبرداری سے کوئی نیک کام کرے گا تو یہ اس کے لئے بہتر ہوگا۔ اور اگر تم علم رکھتے ہو تو (سمجھ سکتے ہو کہ) تمہارا روزے رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے۔

تفسیر بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ:

ایک اور معنے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھ پر کھولے ہیں وہ یہ ہیں کہ یُطِیۡقُوۡنَہٗ میں ہٗ کی ضمیر روزہ کی طرف پھرتی ہے اور مراد یہ ہے کہ وہ لوگ جن کی بیماری شدید ہے یا جن کا سفر پُر مشقت ہے۔ وہ تو بہر حال فَعِدَّۃٌ مِّنۡ اَیَّامٍ اُخَرَ کے مطابق دوسرے ایام میں روزے رکھیں گے۔ لیکن وہ لوگ جو کسی معمولی مرض میں مبتلا ہیں یا کسی آسانی سے طے ہونے والے سفر پر نکلے ہیں اگر وہ طاقت رکھتے ہوں تو ایک مسکین کا کھانا بطور فدیہ بھی دے دیا کریں۔ اس وجہ سے کہ ممکن ہے، انہوں نے روزہ چھوڑنے میں غلطی کی ہو۔ وہ اپنے آپ کو بیمار سمجھتے ہوں لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُن کی بیماری ایسی نہ ہو کہ وہ روزہ ترک کر سکیں۔ یا وہ اپنے آپ کو مسافر سمجھتے ہوں لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُن کا سفر سفر ہی نہ سمجھا گیا ہو۔ پس چونکہ اُن کی رائے میں غلطی کا ہر وقت امکان ہے اس لئے ایسے بیماروں اور مسافروں کو چاہیئے کہ اُن میں سے جو لوگ روزہ کی طاقت رکھتے ہوں وہ دوسرے ایّام میں فوت شدہ روزوں کو پورا کرنے کے علاوہ ایک مسکین کو کھانا بھی دے دیا کریں۔ تا کہ اُن کی اس غلطی کا کفّارہ ہو جائے۔ اور اگر یُطِیۡقُوۡنَہٗ میں ہٗ کی ضمیر کا مرجع فِدۡیَۃٌ طَعَامُ مِسۡکِیۡنٍ کو ہی قرار دیا جائے تو پھر بجائے اس کے کہ اس حکم کو صدقۃ الفطر پر محمول کیا جائے۔ اس آیت کا فَمَنۡ کَانَ مِنۡکُمۡ مَّرِیۡضًا اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنۡ اَیَّامٍ اُخَرَ سے تعلق ہوگا اور اس کے یہ معنے ہونگے کہ اگرچہ مریض اور مسافر کو یہ اجازت ہے کہ وہ اور دنوں میں روزہ رکھ لیں لیکن اُن میں سے وہ لوگ جن کو آسودگی حاصل ہو اور وہ ایک شخص کو کھانا کھلا سکتے ہوں انہیں چاہیئے کہ ایک مسکین کا کھانا بطور فدیہء رمضان دے دیا کریں۔ اگر طاقت نہ ہو تو پھر تو فدیہء رمضان دینے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن اگر طاقت ہو تو خواہ وہ بیمار ہوں یا مسافر انہیں ایک مسکین کا کھانا بطور فدیہء رمضان دینا چاہیئے۔ اگر روک عارضی ہو اور وہ بعد میں دُور ہو جائے تو روزہ تو بہر حال رکھنا ہوگا۔ فدیہ دے دینے سے روزہ اپنی ذات میں ساقط نہیں ہو جاتا بلکہ یہ محض اس بات کا فدیہ ہے کہ ان مبارک ایام میں وہ کسی جائز شرعی عذر کی بنا پر باقی مسلمانوں کے ساتھ مل کر یہ عبادت ادا نہیں کر سکے۔

(تفسیرِ کبیر جلد دوم صفحات 389,383)

احادیثِ مبارکہ

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ لَمَّا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَامَ النَّاسُ مَعَهٗ وَكَانَ اَكْثَرُ الصَّحَابَةِ مُشَاةً وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاكِبًا فَمَرُّوْا عَلٰى نَهْرٍفِى الطَّرِيْقِ(الْمَاءُ الَّذِىْ بَيْنَ كَدِيْدٍ وَعَسْفَانَ) فَعَطِشَ النَّاسُ۔فَقِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ النَّاسَ قَدْ شَقَّ عَلَيْهِمُ الصِّيَامُ وَاِنَّمَايَنْظُرُوْنَ فِيْمَا فَعَلْتَ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِشْرَبُوْا اَيُّهَا النَّاسُ! فَاَبَوْا فَقَالَ: اِنِّىْ لَسْتُ مِثْلُكُمْ اِنِّىْ رَاكِبٌ فَاَبَوْا۔ فَثَنّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخِذَهٗ فَنَزَلَ وَدَعَا بِقَدَحٍ مِنْ مَّاءٍ بَعْدَ الْعَصْرِفَشَرِبَ وَالنَّاسُ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ فَشَرِبُوْا وَمَاكَانَ يُرِيْدُ اَنْ يَّشْرَبَ فَقِيْلَ بَعْدَ ذٰلِكَ اِنَّ بَعْضَ النَّاسِ قَدْ صَامَ فَقَالَ اُولٰئِكَ الْعُصَاةُ اُولٰئِكَ الْعُصَاةُ۔

(مسلم کتاب الصوم باب جواز الصوم والفطر فی شھر رمضان للمسافر، ترمذی)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ (فتح مکہ کیلئے مدینہ سے) چلے تو رمضان کا مہینہ تھا۔آپؐ کے ساتھ سب لوگوں نے بھی روزہ رکھا۔اکثر صحابہؓ پیدل تھے اور حضورؐ سوار تھے۔راستے میں کدید اور عسفان کے درمیان ایک چشمے کے پاس سے گزر ہوا۔لوگوں کو بہت پیاس لگ رہی تھی۔حضورؐ سے عرض کیا گیا کہ روزہ کی وجہ سے لوگوں کو بڑی تکلیف ہورہی ہے اور وہ حضورؐ کی طرف دیکھ رہے ہیں کہ آپؐ کیا کرتے ہیں۔حضورؐ نے فرمایا اے لوگو! پانی پی لو میں تو سوار ہوں اور مجھے کوئی ایسی پیاس نہیں۔لیکن لوگوں نے پانی نہ پیا۔اس پر آنحضرت ﷺ سواری سے اترے اور یہ عصر کے بعد کا وقت تھا۔حضورؐ نے پانی کا پیالہ منگوایا اور باوجود ضرورت نہ ہونے کے پانی پی لیا۔لوگوں نے بھی آپؐ کو دیکھ کر پانی پیا۔اس کے بعد آپؐ کو اطلاع دی گئی کہ اب بھی بعض لوگوں نے روزہ رکھا ہوا ہے اور انہوں نے پانی نہیں پیا۔اس پر آپؐ نے فرمایا یہ لوگ نافرمان ہیں۔یہ لوگ نافرمان ہیں۔

فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ اَهْلِ الْكِتَابِ اَكْلَةُ السَّحَرِ

(مسند دارمی باب فضل السحور)

حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ہمارے اور اہلِ کتاب کے روزوں میں ایک فرق سحری کھانا بھی ہے۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَايَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ۔

(بخاری کتاب الصوم باب تعجیل الافطار)

حضرت سہل بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔روزہ افطار کرنے میں جب تک لوگ جلدی کرتے رہیں گے اس وقت تک خیر وبرکت، بھلائی اور بہتری حاصل کرتے رہیں گے۔

☆......☆......☆......☆

ارشاداتِ عالیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

میں نصیحت کرتا ہوں کہ اپنی ایمانی اور عملی طاقت کو بڑھانے کے واسطے دعاؤں میں لگے رہو۔ دعاؤں کے ذریعہ سے ایسی تبدیلی ہوگی جو خدا کے فضل سے خاتمہ بالخیر ہوجاویگا۔

''روزہ کا اجر عظیم ہے لیکن امراض اور اغراض اس نعمت سے انسان کو محروم رکھتے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ جوانی کے ایام میں مَیں نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ روزہ رکھنا سنت اہلِ بیت ہے۔ میرے حق میں پیغمبر خدا نے فرمایا سَلْمَانُ مِنَّا اَھْلَ الْبَیْتِ ۔ سلمان یعنی اَلصُّلْحُ کہ اس شخص کے ہاتھ سے دو صلح ہونگی ایک اندرونی اور دوسری بیرونی اور یہ اپنا کام رفق سے کرے گا نہ کہ شمشیر سے اور میں مشربِ حسین پر نہیں ہوں کہ جس نے جنگ کی بلکہ مشرب حسن پر ہوں کہ جس نے جنگ نہ کی میں نے سمجھا کہ روزہ کی طرف اشارہ ہے چنانچہ میں نے چھ ماہ تک روزے رکھے اس اثناء میں میں نے دیکھا کہ انوار کے ستونوں کے ستون آسمانوں پر جارہے ہیں یہ امر مشتبہ ہے کہ انوار کے ستون زمین سے آسمان پر جاتے تھے یا میرے قلب سے۔۔۔''

(البدر جلد 1 نمبر 7 مورخہ 12 دسمبر 1902 صفحہ 52)

''دعا خدا تعالیٰ کی ہستی کا زبردست ثبوت ہے چنانچہ خدا تعالیٰ ایک جگہ فرماتا ہے وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ. یعنی جب میرے بندے تجھ سے سوال کریں کہ خدا کہاں ہے اور اس کا ثبوت ہے تو کہدو کہ وہ بہت ہی قریب ہے۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب کوئی دعا کرنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کو جواب دیتا ہوں یہ جواب کبھی رویا صالحہ کے ذریعہ ملتا ہے اور کبھی کشف اور الہام کے واسطے سے اور علاوہ بریں دعاؤں کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی قدرتوں اور طاقتوں کا اظہار ہوتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسا قادر ہے جب کہ مشکلات کو حل کر دیتا ہے۔ غرض دُعا بڑی دولت اور طاقت ہے۔ اور قرآن شریف میں جابجا اس کی ترغیب دی ہے اور ایسے لوگوں کے حالات بھی بتائے ہیں جنہوں نے دعا کے ذریعہ اپنے مشکلات سے نجات پائی۔ انبیاء علیہم السلام کی زندگی کی جڑ اور ان کی کامیابیوں کا اصل اور سچا ذریعہ یہی دعا ہے۔ پس میں نصیحت کرتا ہوں کہ اپنی ایمانی اور عملی طاقت کو بڑھانے کے واسطے دعاؤں میں لگے رہو۔ دعاؤں کے ذریعہ سے ایسی تبدیلی ہوگی جو خدا کے فضل سے خاتمہ بالخیر ہو جاویگا۔''

(الحکم 10 جلد 9 نمبر 2 مورخہ 17 جنوری 1905 صفحہ 3)

''دعا میں ایک موت ہے اور اس کا بڑا اثر یہی ہوتا ہے کہ انسان ایک طرح سے مر جاتا ہے مثلاً ایک انسان ایک قطرہ پانی کا پی کر اگر دعویٰ کرے کہ میری پیاس بجھ گئی یا اُسے بڑی پیاس تھی تو وہ جھوٹا ہے ہاں اگر پیالہ بھر کر پیوے تو اس کی بات کی تصدیق ہوگی۔ پوری سوزش اور گدازش کے ساتھ جب ایک رنگ میں دعا کی جاتی ہے۔ حتّٰی کہ روح گداز ہو کر آستانہ الٰہی پر گر پڑتی ہے اور اسی کا نام دعا ہے اور الٰہی سنت یہی ہے کہ جب ایسی دعا ہوتی ہے تو خداوند تعالیٰ یا تو اُسے قبول کرتا ہے اور یا جواب دیتا ہے۔۔۔ بات کر کے بتلا دیتا ہے۔۔۔ مکالمات الٰہیہ میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی زبان پر کلام جاری کر رہا ہے اور وہ ایسی طاقت اور شدت سے ہوتی ہے جیسے ایک فولادی میخ دھنستی جاتی ہے۔ ایسی لطافت ہوتی ہے کہ گویا خدا کا کلام ہے۔''

(البدر جلد 1 نمبر 11 مورخہ 9 جنوری 1903 صفحہ 86)

(تفسیر قرآن کریم بیان فرمودہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام زیرِ آیات سورۃ البقرۃ: 186-187)

منظوم کلام امام الزمان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

گر نہ ہو تیری عنایت سب عبادت ہیچ ہے
فضل پر تیرے ہے سب جُہد وعمل کا انحصار

جن پہ ہے تیری عنایت وہ بدی سے دُور ہیں
رہ میں حق کی قوّتیں اُن کی چلیں بن کر قطار

چُھٹ گئے شیطاں سے جو تھے تیری اُلفت کے اسیر
جو ہوئے تیرے لئے بے برگ وبر، پائی بہار

سَب پیاسوں سے نکوتر تیرے مُنہ کی ہے پیاس
جس کا دل اس سے ہے بریاں پا گیا وہ آبشار

جس کو تیری دُھن لگی آخر وہ تجھ کو جا ملا
جس کو بے چینی ہے یہ وُہ پا گیا آخر قرار

عاشقی کی ہے علامت گریہ و دامانِ دشت
کیا مبارک آنکھ جو تیرے لئے ہو اشکبار

تیری درگہ میں نہیں رہتا کوئی بھی بے نصیب
شرط رہ پر صبر ہے اور ترک نامِ اضطرار

میں تو تیرے حکم سے آیا مگر افسوس ہے
چل رہی ہے وہ ہوا جو رخنہ اندازِ بہار

جیفہء دُنیا پہ یکسر گر گئے دُنیا کے لوگ
زندگی کیا خاک اُن کی جو کہ ہیں مُردار خوار

دِیں کو دے کر ہاتھ سے دُنیا بھی آخر جاتی ہے
کوئی آسودہ نہیں بن عاشق وشیدائے یار

رنگِ تقویٰ سے کوئی رنگت نہیں ہے خُوب تر
ہے یہی ایماں کا زیور ہے یہی دِیں کا سنگار

سو چڑھے سورج نہیں بن رُوئے دلبر روشنی
یہ جہاں بےوصلِ دلبر ہے شبِ تاریک وتار

اے مرے پیارے جہاں میں تو ہی ہے اِک بینظیر
جو ترے مجنوں حقیقت میں وہی ہیں ہوشیار

اس جہاں کو چھوڑنا ہے تیرے دیوانوں کا کام
نقد پالیتے ہیں وہ اور دوسرے اُمّید وار

کون ہے جسکے عمل ہوں پاک بے انوارِ عشق
کون کرتا ہے وفا بن اُس کے جس کا دل فگار

غیر ہو کر غیر پر مرنا کسی کو کیا غرض
کون دیوانہ بنے اس راہ میں لیل ونہار

کون چھوڑے خوابِ شیریں کون چھوڑے اُکل و شُرب
کون لے خارِ مُغیلاں چھوڑ کر پھولوں کے ہار

عشق ہے جس سے ہوں طے یہ سارے جنگل پُر خطر
عشق ہے جو سر جُھکا دے زیرِ تیغِ آبدار

خطبہ جمعہ

رمضان کے مہینے کو قرآن کریم سے ایک خاص نسبت ہے۔ خدا تعالیٰ کی آخری اور کامل شریعت اس مہینے میں نازل ہوئی یا اس کا نزول شروع ہوا

اس مہینے میں قرآن کریم کے پڑھنے کی طرف بھی توجہ ہونی چاہئے ۔ صرف تلاوت ہی نہیں بلکہ اس کے اندر بیان کردہ احکامات کی تلاش کرنی چاہئے۔ پھر سارا سال ان احکامات پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے ۔

قرآن پڑھنے کے آداب کا تذکرہ اور احباب جماعت کو اس حوالہ سے اہم نصائح
اپنے بچوں کی بھی ایسی تربیت کریں کہ وہ خداتعالیٰ کے اس کلام کو سمجھنے اور غور کرنے اور اپنی زندگیوں پر لاگو کرنے کی کوشش کرنے والے ہوں ۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 4 ستمبر 2009ء بمطابق 4 تبوک 1388 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ
أَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ○ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ○

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ۔ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۔ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ۔ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۔ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ
(سورۃ البقرہ: 186)

اس آیت کا ترجمہ ہے کہ رمضان کا مہینہ جس میں قرآن انسانوں کے لئے ایک عظیم ہدایت کے طور پر اتارا گیا اور ایسے کھلے نشانات کے طور پر جن میں ہدایت کی تفصیل اور حق و باطل میں فرق کر دینے والے امور ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے اس مہینے کو دیکھے تو اس کے روزے رکھے اور جو مریض ہو یا سفر پر ہو تو اسے دوسرے ایام میں گنتی پوری کرنا ہوگی۔ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا اور چاہتا ہے کہ تم سہولت سے گنتی کو پورا کرو اور اس ہدایت کی بنا پر اللہ کی بڑائی بیان کرو جو اس نے تمہیں عطا کی اور تا کہ تم شکر کرو۔

آج مَیں اس آیت کے پہلے حصّہ کے بارے میں کچھ کہوں گا۔ رمضان کے مہینے کو قرآن کریم سے ایک خاص نسبت ہے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا جو مَیں نے تلاوت کی ہے کہ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ ۔ یہ فرما کر واضح فرما دیا کہ رمضان کے مہینے کے روزے یونہی مقرر نہیں کر دیئے گئے۔ بلکہ اس مہینے میں قرآن کریم جیسی عظیم کتاب آنحضرتؐ پر نازل ہوئی یا اس کا نزول ہونا شروع ہوا۔ اور احادیث میں ذکر ملتا ہے کہ

جبریل علیہ السلام ہر سال رمضان میں آنحضرت ﷺ پر قرآن کریم کا جو حصہ اُترا ہوتا تھا اس کی دوہرائی کرواتے تھے۔ پس اس مہینے کی اہمیت اس بات سے بڑھ جاتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی آخری اور کامل شریعت اس مہینے میں نازل ہوئی، یا اس کا نزول شروع ہوا۔

پس اللہ تعالیٰ نے جب ہمیں روزوں کا حکم دیا تو پہلے یہ فرمایا کہ روزے تم پر فرض کئے گئے ہیں اور پھر یہ ہے کہ دعاؤں کی قبولیت کی خوشخبری دی۔ اس کے بعد کی جو آیات ہیں ان میں پھر بعض اور احکام جو رمضان سے متعلق ہیں وہ دیئے۔ اور یہ واضح فرما دیا کہ روزے رکھنا اور عبادت کرنا صرف یہی کافی نہیں ہے، بلکہ اس مہینے میں قرآن کریم کی طرف بھی تمہاری توجہ ہونی چاہئے۔ اس کے پڑھنے کی طرف تمہاری توجہ ہونی چاہئے۔ روزوں کی اہمیت اس لئے ہے اور اس لئے بڑھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس مہینے میں انسان کامل پر اپنی آخری اور کامل شریعت نازل فرمائی جو قرآن کریم کی صورت میں نازل ہوئی۔ خدا تعالیٰ کا قرب پانے اور دعاؤں کے اسلوب تمہیں اس لئے آئے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں وہ طریق سکھائے جس سے اس کا قرب حاصل ہو سکتا ہے اور دعاؤں کی قبولیت کے نشان ظاہر ہوتے ہیں۔ پس اس کتاب کو پڑھنا بھی بہت ضروری ہے۔ رمضان میں اس کی تلاوت کرنا بھی بہت ضروری ہے تاکہ سارا سال تمہاری اس طرف توجہ رہے۔ آنحضرت ﷺ کے آخری رمضان میں جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو دو مرتبہ قرآن کریم کا دور مکمل کروایا۔

پس اس سنت کی پیروی میں ایک مومن کو بھی چاہئے کہ دو مرتبہ قرآن کریم کا دور مکمل کرنے کی کوشش کرے۔ اگر دو مرتبہ تلاوت نہیں کر سکتے تو کم از کم ایک مرتبہ تو خود پڑھ کر کریں۔ پھر درسوں کا انتظام ہے، تراویح کا انتظام ہے، اس میں (قرآن) سنیں۔ بعض کام پہ جانے والے ہیں کیسٹ اور CDs ملتی ہیں ان کو اپنی کاروں میں لگا سکتے ہیں، سفر کے دوران سنتے رہیں۔ اس طرح جتنا زیادہ سے زیادہ قرآن کریم پڑھا اور سنا جا سکے، اس مہینے میں پڑھنا چاہئے اور سننا چاہئے۔

اور پھر صرف تلاوت ہی نہیں بلکہ اس کے اندر بیان کردہ احکامات کی تلاش کرنی چاہئے۔ پھر سارا سال اُن تلاش شدہ احکامات پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ پھر ان حکموں کے اعلیٰ سے اعلیٰ معیار تلاش کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ تبھی رمضان کی اہمیت بھی واضح ہوتی ہے اور روزوں اور عبادتوں کا حق بھی ادا ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر یہ نہیں پتہ کہ جو کام کر رہا ہوں اس کا مقصد کیا ہے اور کیوں خدا تعالیٰ نے احکامات دیئے ہیں تو ان اعمال کے حق ادا نہیں ہو سکتے۔ بلکہ اعمال کا بھی پتہ نہیں چل سکتا کہ کیا کرنا ہے۔ اگر صرف یہی سنتے رہیں کہ تقویٰ پر چلو اور اعمال صالحہ بجا لاؤ اور یہ پتہ نہ ہو کہ تقویٰ کیا ہے اور اعمال صالحہ کیا ہیں تو یہ تو دیکھا دیکھی ایک نظام چل رہا ہے رمضان کے دنوں میں یا عام تقریریں سن لیں، آ کے چلے گئے، خطبات سن لئے، چلے گئے۔ ایک کام تو ہو رہا ہوگا لیکن اس کی روح کا پتہ نہیں چلے گا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حقیقی مسلمان وہ ہیں جو اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَتْلُوْنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ (البقرۃ:122) یعنی وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی اس کی اس طرح تلاوت کرتے ہیں جس طرح اس کی تلاوت کا حق ہے۔ یعنی غور بھی باقاعدگی سے ہو۔ اور غور بھی اچھی طرح ہو تلاوت میں بھی باقاعدگی رہے اور پھر جو پڑھا یا سنا اس پر عمل کرنے کی کوشش بھی ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا بلکہ خود قرآن کریم میں آتا ہے کہ اُسے مہجور کی طرح نہ چھوڑ دینا۔ پس تعلیم یہ ہے کہ غور بھی ہو، عمل بھی ہو، تلاوت بھی ہو۔ نہ کہ مہجور کی طرح چھوڑ دیا گیا ہو۔

اور یہ آیت جو مَیں نے تلاوت کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ یہ فرمانے کے بعد کہ شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ۔ پھر فرماتا ہے ھُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی وَالْفُرْقَانِ یعنی انسانوں کی ہدایت کے لئے اتارا گیا ہے اس میں ہدایت کی تفصیل بھی ہے اور حق و باطل میں فرق کرنے والے امور بھی بیان کئے گئے ہیں۔ پس جب تک اس کی تلاوت کا حق ادا نہ ہو، نہ ہدایت کی تفصیل پتہ لگ سکتی ہے، نہ ہی جھوٹ اور سچ کا فرق واضح ہو سکتا ہے۔ پس ہر مومن کا فرض ہے کہ اگر روزوں کا حقیقی حق ادا کرنا ہے تو قرآن کریم کی تلاوت اور اس کے احکامات کی تلاش بھی ضروری ہے۔

قرآن کریم کی تلاوت کے بارہ میں ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح حکم فرمایا ہے وَاُمِرْتُ اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ (النمل:92-93)۔ یعنی اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ مَیں فرمانبرداروں میں سے ہو جاؤں اور یہ کہ مَیں قرآن کی تلاوت کروں۔ پس حقیقی فرمانبرداری یہی ہے کہ جو کامل شریعت خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ پر اتاری ہے اور جس کو ماننے کا ہمارا

دعویٰ ہے اور پھر اس زمانے میں مسیح الزمان ومہدی دوران کو ماننے کا ہم اعلان کرتے ہیں تو پھر اس کامل کتاب کی یعنی قرآن کریم کی تلاوت کا حق ادا کرنے کی بھی کوشش کریں اور اس رمضان میں جہاں اس کو باقاعدگی سے پڑھنے کا عہد کریں اور پڑھیں وہاں اس بات کا بھی عہد کریں کہ ہم نے رمضان کے بعد بھی روزانہ ہم نے اس کی تلاوت کرنی ہے اور اپنے پر اس کی تلاوت کو فرض کرنا ہے۔ اور اس کے احکامات پر عمل کرنے کی حتی الوسع کوشش کرنی ہے۔ کیونکہ یہی چیز ہے جو ہمیں خدا تعالیٰ کا قرب دلانے والی ہوگی اور یہی چیز ہمارے لئے رمضان کی مقبولیت کا باعث بنے گی۔ اور یہی بات ہے جس کی طرف خاص طور پر ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے توجہ دلائی ہے۔

آپؑ فرماتے ہیں:

’’اور تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے‘‘۔ یعنی اس حقیقی تعلیم پر عمل کو بھول نہ جانا۔ صرف پڑھنا ہی نہ رہے۔ صرف تلاوت کرنا ہی نہ رہے۔ بلکہ اس پر عمل بھی ہونا چاہئے۔ ورنہ مردہ کی طرح ہو جاؤ گے۔ روحانی زندگی جو ہے وہ نہیں رہے گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیعت کا عہد جو ہے وہ فضول ٹھہرے گا۔ فرمایا کہ پس اس کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دینا۔

پھر فرمایا کہ ’’جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا‘‘۔

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد 20صفحہ 13)

آسمان پر عزت پانا اور مقدم رکھا جانا کیا ہے؟ یہی کہ پھر خدا تعالیٰ اپنا فضل فرماتے ہوئے اپنا قرب عطا فرمائے گا۔ قبولیت دعا کے نشان ملیں گے۔ معاشرے کی برائیوں سے اس دنیا میں بھی انسان بچتا رہے گا۔ پس جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں فرما دیا ہے کہ پہلی کوشش تمہاری ہوگی تو مَیں بھی دوڑ کر تمہارے پاس آؤں گا۔ یہ نظارے دیکھنے کے لئے ہمیں قرآن کو عزت دینا ہوگی۔ اس کی تلاوت کا حق ادا کرنا ہوگا۔ اس کے حکموں کی پیروی کی کوشش کرنی ہوگی۔

پھر آپ علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ ﷺ۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ وجلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد ﷺ اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے‘‘۔ (یعنی شفاعت کرنے والے ہیں) ’’اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم رتبہ کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے اور اس کے ہمیشہ زندہ رہنے کے لئے خدا نے یہ بنیاد ڈالی ہے کہ اس کے افاضہ تشریعی اور روحانی کو قیامت تک جاری رکھا اور آخرکار اس کی روحانی فیض رسانی سے اِس مسیح موعود کو دنیا میں بھیجا جس کا آنا اسلامی عمارت کی تکمیل کے لئے ضروری تھا۔ کیونکہ ضرور تھا کہ یہ دنیا ختم نہ ہو جب تک کہ محمدیؐ سلسلہ کے لئے ایک مسیح روحانی رنگ کا نہ دیا جاتا جیسا کہ موسوی سلسلہ کے لئے دیا گیا تھا‘‘۔

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد 20صفحہ 13-14)

پس یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم نے اس مسیح محمدی کی جماعت میں شامل ہو کر اللہ تعالیٰ کی کامل شریعت جو قرآن کریم کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے اس کے مقام کو سمجھنے کا عہد کیا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے مقام خاتمیت نبوت کا ادراک حاصل کیا ہے جبکہ دوسرے مسلمان اس سے محروم ہیں۔ پس یہ اعزاز ہمیں دوسروں سے منفرد کرتا ہے اور اس بات کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم کو سمجھیں اور اس کی حقیقت کو جانیں اور اس کی حقیقی عزت اپنے دلوں میں قائم کریں۔ بلکہ اس کا اظہار ہمارے ہر قول وفعل سے ہو۔ اگر اس کا اظہار ہمارے ہر قول وفعل سے نہیں تو پھر یہ مہجور کی طرح چھوڑ دینے والی بات ہے اور یہ حالت پیشگوئی کی صورت میں خدا تعالیٰ نے خود قرآن کریم میں فرما دی ہے جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی کہا۔ سورۃ الفرقان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَقَالَ الرَّسُوْلُ یَا رَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا (الفرقان :31) اور رسول کہے گا اے میرے ربّ! یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو متروک کر چھوڑا ہے۔ ترک کر دیا ہے۔ چھوڑ دیا ہے۔ پڑھتے تو ہیں لیکن عمل کوئی نہیں۔ پس بڑے ہی خوف کا مقام ہے، ہر احمدی کے لئے یہ لمحہ فکر یہ ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے توفیق دی

کہ ہم زمانہ کے امام کو اس لئے مانیں کہ ہم نے قرآن کریم کی حکومت اپنے پر لاگو کرنی ہے۔ ہم نے اس خوبصورت تعلیم کے مطابق اپنی زندگیاں گزارنے کی کوشش کرنی ہے۔ پس قرآن کریم کی تلاوت کے بعد اس کی اس تعلیم پر عمل ہی ہے جو ہمیں اس عظیم اور لاثانی کتاب کو مہجور کی طرح چھوڑنے سے بچائے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

''یادرکھو، قرآن شریف حقیقی برکات کا سرچشمہ اور نجات کا سچا ذریعہ ہے۔ یہ ان لوگوں کی اپنی غلطی ہے جو قرآن شریف پر عمل نہیں کرتے۔ عمل نہ کرنے والوں میں سے ایک گروہ تو وہ ہے جس کو اس پر اعتقاد ہی نہیں اور وہ اس کو خدا تعالیٰ کا کلام ہی نہیں سمجھتے۔ یہ لوگ تو بہت دور پڑے ہوئے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور نجات کا شفا بخش نسخہ ہے اگر وہ اس پر عمل نہ کریں تو کس قدر تعجب اور افسوس کی بات ہے۔ ان میں سے بہت سے تو ایسے ہیں جنہوں نے ساری عمر میں کبھی اسے پڑھا ہی نہیں۔ پس ایسے آدمی جو خدا تعالیٰ کے کلام سے ایسے غافل اور لاپرواہ ہیں۔ ان کی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص کو معلوم ہے کہ فلاں چشمہ نہایت ہی مصفّٰی اور شیریں اور خنک ہے اور اس کا پانی بہت سی امراض کے واسطے اکسیر اور شفاء ہے''۔ (ان کو یہ علم ہو کہ بہت میٹھے پانی والا یہ چشمہ ہے۔ ٹھنڈا اور میٹھا پانی ہے اور اس کا پانی بہت سی بیماریوں کا علاج بھی ہے)۔

اور'' یہ علم اس کو یقینی ہے لیکن باوجود اس علم کے اور باوجود پیاسا ہونے اور بہت سی امراض میں مبتلا ہونے کے وہ اس کے پاس نہیں جاتا۔ تو یہ اس کی کیسی بدقسمتی اور جہالت ہے۔ اسے تو چاہئے تھا کہ وہ اس چشمے پر منہ رکھ دیتا اور سیراب ہو کر اس کے لطف اور شفاء بخش پانی سے حظ اٹھاتا۔ مگر باوجود علم کے اس سے ویسا ہی دور ہے جیسا کہ ایک بے خبر۔ اور اس وقت تک اس سے دُور رہتا ہے جو موت آ کر خاتمہ کر دیتی ہے۔ اس شخص کی حالت بہت ہی عبرت بخش اور نصیحت خیز ہے۔ مسلمانوں کی حالت اس وقت ایسی ہی ہو رہی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ ساری ترقیوں اور کامیابیوں کی کلید یہی قرآن شریف ہے جس پر ہم کو عمل کرنا چاہئے۔ مگر نہیں۔ اس کی پرواہ بھی نہیں کی جاتی۔ ایک شخص جو نہایت ہمدردی اور خیر خواہی کے ساتھ اور پھر نری ہمدردی ہی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے حکم اور ایماء سے اس طرف بلاوے تو اسے کذّاب اور دجال کہا جاتا ہے''۔ (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے بارہ میں فرمارہے ہیں کہ جب مَیں درد سے تمہیں یعنی مسلمانوں کو اپنی طرف بلاتا ہوں کہ قرآن کریم پہ عمل کرو تو کذاب، جھوٹا اور دجّال کہا جاتا ہے)۔ فرماتے ہیں کہ'' اس سے بڑھ کر اور کیا قابل رحم حالت اس قوم کی ہو گی''۔ فرمایا کہ'' مسلمانوں کو چاہئے تھا اور اب بھی ان کے لئے یہی ضروری ہے کہ وہ اس چشمہ کو عظیم الشان نعمت سمجھیں اور اس کی قدر کریں۔ اس کی قدر یہی ہے کہ اس پر عمل کریں اور پھر دیکھیں کہ خدا تعالیٰ کس طرح ان کی مصیبتوں اور مشکلات کو دور کر دیتا ہے۔ کاش مسلمان سمجھیں اور سوچیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے یہ ایک نیک راہ پیدا کر دی ہے اور وہ اس پر چل کر فائدہ اٹھائیں''۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 140-141۔ مطبوعہ ربوہ)

اس اقتباس میں جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسلمانوں کی حالت کا نقشہ کھینچا ہے اور افسوس کا اظہار فرمایا ہے۔ وہاں ہماری ذمہ داری بھی بڑھتی ہے کہ اس خوبصورت تعلیم کو اس قدر اپنی زندگیوں پر لاگو کریں کہ بعض مسلمان گروہوں کے عملوں کی وجہ سے جو غیر مسلموں کو اسلام اور قرآن پر انگلی اٹھانے کی جرأت پیدا ہوتی ہے وہ نہ رہے۔ احمدیوں کے عمل کو دیکھ کر انہیں اپنی سوچیں بدلنی پڑیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت سے احمدی ہیں جو قرآن کریم کی خوبصورت تعلیم دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں، لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے جب بھی ہمارے جلسے ہوں، سیمینار ہوں قرآن کریم کی تعلیم پیش کی جاتی ہے تو برملا ان غیروں کا اظہار ہوتا ہے کہ اسلام کی تعلیم کا یہ رخ تو ہم نے پہلی دفعہ سنا ہے۔ پس جب ہم ان باتوں کو اپنی روزمرّہ زندگیوں کا بھی حصہ بنا لیں گے تو صرف تعلیم سنانے والے نہیں ہوں گے بلکہ عملی نمونے دکھانے والے بھی ہوں گے۔

اس طرح احمدیوں کو اپنے دائرے میں مسلمانوں کو بھی یہ تعلیم پہنچانے کی کوشش کرنی چاہئے کہ تم ہمارے سے اختلاف رکھتے ہو تو رکھو لیکن اسلام کے نام پر اسلام کی کامل تعلیم کو تو بدنام نہ کرو۔ تمہارے لئے راہ نجات اسی میں ہے کہ صرف قرآن کریم کو ماننے کا دعویٰ نہ کرو بلکہ اس کی تعلیم پر غور کرو۔ جس حالت کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نشاندہی فرمائی ہے اور جس طرح مسلمانوں کی مصیبتوں اور مشکلات کا ذکر فرمایا ہے وہ صورت جو ہے وہ آج بھی

اسی طرح قائم ہے۔ بلکہ بعض صورتوں میں مسلمانوں کی زیادہ ناگفتہ بہ حالت ہے اور جب تک قرآن کریم کو اپنالائحہ عمل نہیں بنائیں گے اس مشکل اور مصیبتوں کے دور سے مسلمان نکل نہیں سکتے۔ اسلام کا نام لینے سے اسلام نہیں آ جاتا۔ اسلام کا حسن اس کی خوبصورت تعلیم سے خود بولتا ہے۔ قرآن کریم کی تفسیر کوئی عالم خود نہیں کر سکتا جب تک خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کو وہ اسلوب نہ سکھائے جائیں اور وہ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے اسے ہی سکھائے ہیں جسے یہ لوگ دجّال اور کذّاب اور پتہ نہیں کیا کچھ کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہی ان لوگوں پر رحم فرمائے اور ان کو عقل دے اور ہمیں پہلے سے بڑھ کر قرآن شریف کی تلاوت کا حق ادا کرنے اور اس کی تعلیم پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس کی عزت قائم کرنے والے ہوں اور اسے ہمیشہ مقدم رکھنے والے ہوں۔ یہ عزت کس طرح قائم ہوگی اور اس کو مقدم کس طرح رکھا جا سکتا ہے، یہ مَیں پہلے بتا چکا ہوں۔ اس بارہ میں خود قرآن کریم نے بھی مختلف جگہوں پر مختلف احکامات کے ساتھ ہماری راہنمائی فرمائی ہے۔

بعض آیات یا آیات کے کچھ حصے مَیں یہاں مختصراً پیش کرتا ہوں۔ کس خوبصورت طریقے سے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے مقام اور اس کی اعلیٰ تعلیم کے بارہ میں راہنمائی فرمائی ہے۔ آج تو شاید یہ مضمون ختم نہ ہو سکے یعنی وہ حصہ جو مَیں بیان کرنا چاہتا ہوں وہ ختم نہ ہو سکے ورنہ تو قرآن کریم ایک ایسا سمندر ہے کہ انسان اس کو بیان کرنا شروع کرے تو کبھی ختم ہو ہی نہیں سکتا۔ اپنی اپنی استعدادوں کے مطابق ہر انسان جب اس پہ غور کرتا ہے تو نئے سے نئے نکات آتے چلے جاتے ہیں۔

سب سے پہلے تو یہ ہے کہ قرآن کریم پڑھنے کے آداب کیا ہیں اور قرآن کریم کو پڑھنے سے پہلے کس طرح ذہن کو صاف کرنا چاہئے۔ اس بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ (النحل:99)۔ پس جب تو قرآن پڑھے تو دھتکارے ہوئے شیطان سے اللہ کی پناہ مانگ۔

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ انسان کو تقویٰ کی راہ سے ہٹانے کے لئے شیطان نے ایک کھلا اعلان کیا ہے، ایک چیلنج دیا ہوا ہے اور قرآن کریم وہ کتاب ہے جس کا ہر ہر لفظ خدا تعالیٰ کی طرف لے جانے والا، تقویٰ پر قائم کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کی طرف جانے والے راستوں کی راہنمائی کرنے والا ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم خدا تعالیٰ کے قرب کے معیاروں کو حاصل کرنا چاہتے ہو، اور اس تعلیم کو سمجھنا چاہتے ہو جو قرآن کریم میں بیان کی گئی ہے تو قرآن کریم پڑھنے سے پہلے خالص ہو کر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرو کہ وہ تمہیں شیطان کے وسوسوں اور حملوں سے بچائے اور اس تعلیم پر عمل کرنے کی توفیق دے جو تم پڑھ رہے ہو۔ کیونکہ یہ ایسا بیش قیمت خزانہ ہے جس تک پہنچنے سے روکنے کے لئے شیطان ہزاروں روکیں کھڑی کرے گا اور اگر شیطان سے بچنے کی دعا نہ کی تو تمہیں پتہ ہی نہیں چلے گا کہ کس وقت شیطان نے کس طرف سے تمہیں اللہ تعالیٰ کے پیغام کو سمجھنے سے روک دیا ہے۔ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے لیکن شیطان کی گرفت میں آنے کی وجہ سے اس کلام کو پڑھنے سے تمہاری راہنمائی نہیں ہو سکے گی۔ پس پہلی بات تو یہ کہ قرآن کریم کو خالص اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آ کر پڑھو ورنہ سمجھ نہیں آئے گی۔ اس لئے ایک جگہ فرمایا کہ وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا (بنی اسرائیل:83) کہ ظالموں کو قرآن کریم خسارے میں بڑھاتا ہے حالانکہ مومنوں کے لئے یہی نفع رساں ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَاللّٰہُ یُقَدِّرُ الَّیْلَ وَالنَّہَارَ۔ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْہُ فَتَابَ عَلَیْکُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ۔ عَلِمَ اَنْ سَیَکُوْنُ مِنْکُمْ مَّرْضٰی وَاٰخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ (المزمل :21) یعنی اور اللہ رات اور دن کو گھٹا تا بڑھاتا رہتا ہے۔ (اس سے پہلے کا حصہ میں چھوڑ رہا ہوں)۔ اور وہ جانتا ہے کہ تم ہرگز اس طریق کو نبھا نہیں سکو گے۔ پس وہ تم پر عفو کے ساتھ جھک گیا ہے۔ پس قرآن میں سے جتنا میسر ہو پڑھ لیا کرو۔ وہ جانتا ہے کہ تم میں سے مریض بھی ہوں گے اور دوسرے بھی جو زمین پر اللہ کا فضل چاہتے ہوئے سفر کرتے ہیں۔ اور پھر اس کے آگے بھی کچھ ہدایات ہیں۔ اس حصے سے پہلے آیت میں تہجد کے نوافل کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس میں قرآن کا حصہ جو بھی یاد ہو پڑھو اور اس کے علاوہ بھی جتنا قرآن کریم تم غور کرنے کے لئے پڑھ سکتے ہو تمہیں پڑھنا چاہئے۔ ایک مومن کا یہی کام ہے۔ تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ سے صرف یہ مطلب ہی نہیں لینا چاہئے کہ جو ہمیں یاد ہے کافی ہے وہی پڑھ لیا اور مزید یاد کرنے کی کوشش نہیں کرنی۔ یا جس تعلیم کا علم ہے وہی کافی ہے اور مزید ہم نے نہیں سیکھنی۔ بلکہ جہاں تک ممکن ہو اس

میں بڑھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری جگہ فرمایا ہے فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ (المائدہ: 49) کہ نیکیوں میں آگے بڑھو۔ اور جب تک یہ علم ہی نہ ہو کہ نیکیاں کیا ہیں جو قرآن کریم میں بیان کی گئی ہیں، کون کون سے اعمال ہیں جو قرآن کریم میں بیان کئے گئے ہیں تو کس طرح آگے بڑھا جا سکتا ہے۔ پس قرآن کریم کا پڑھنا اور سیکھنا اور اس پر غور کرنا بھی بڑا ضروری ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہام ہوا تھا کہ اَلْخَيْرُ كُلُّهٗ فِي الْقُرْآن کہ تمام بھلائیاں اور نیکیاں جو ہیں وہ قرآن کریم میں موجود ہیں۔

پس یہاں میسر کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مزید سیکھنا ہی نہیں ہے۔ جو یاد ہو گیا، یاد ہو گیا بلکہ اپنی صلاحیتوں کو اور علم کو بڑھاتے رہنا چاہئے تاکہ زیادہ سے زیادہ اس قرآن کریم سے فیض پایا جا سکے۔ باقی جو حالات ہیں ان کے مطابق یہ ذکر ہے کہ تم بیمار ہو گے، مریض ہو گے، سفر پہ ہو گے تو اس لحاظ سے نمازیں چھوٹی بڑی بھی ہو جاتی ہیں، قرآن (پڑھنے) میں کمی زیادتی بھی ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ قطعاً نہیں ہے کہ قرآن کریم کو جو سیکھ لیا وہ سیکھ لیا اور مزید نہیں سیکھنا۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا (المزمل: 4) یا اس پر کچھ زیادہ کر دے اور قرآن کو خوب نکھار کر پڑھ۔ یعنی تلاوت ایسی ہو کہ ایک ایک لفظ واضح ہو، سمجھ آتا ہو اور خوش الحانی سے پڑھا جائے۔ یہ نہیں کہ جلدی جلدی پڑھ کے گزر گئے، جیسا کہ پہلے بھی ایک دفعہ مَیں بتا چکا ہوں کہ دوسرے مسلمان جو تراویح میں پڑھتے ہیں تو اتنی تیزی سے پڑھتے ہیں کہ سمجھ ہی نہیں آ رہی ہوتی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھنا بھی عبادت ہے''۔

(الحکم 24؍مارچ 1903ء)

ایک حدیث میں آتا ہے، سعید بن ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص قرآن کریم کو خوش الحانی سے نہیں پڑھتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

(سنن ابوداؤد ۔ کتاب الصلوٰۃ ۔باب استحباب الترتیل فی القراءۃ)

پھر ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور حکم ہے کہ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَاۤ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ (البقرۃ: 232) اور اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو تم پر ہے اور جو اس نے تم پر کتاب اور حکمت میں اتارا ہے۔ وہ اس کے ساتھ تمہیں نصیحت کرتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے جو احکامات قرآن کریم میں ہیں یہ سب نعمت ہیں جو تمہیں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں۔ سورۃ نور کے شروع میں بتا دیا کہ یہ نعمت جو تمہیں دی گئی ہے اس میں احکامات ہیں اس میں غور کرو۔ جب تک پڑھو گے نہیں ان نعمتوں کا علم حاصل نہیں کر سکتے ان کا فہم ہی نہیں ہو سکتا۔ پس قرآن کریم پڑھنا نصیحت حاصل کرنا ہے اور ایک مومن کے لئے یہ انتہائی ضروری چیز ہے۔ کیونکہ یہی چیز ہے جو انسان کو تقویٰ میں بڑھاتی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ ایک جگہ فرماتا ہے كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْۤا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ (سورۃ ص: 30) یہ کتاب ہے جسے ہم نے تیری طرف نازل کیا، مبارک ہے تاکہ یہ لوگ اس کی آیات پر تدبر کریں اور تاکہ عقل والے نصیحت پکڑ لیں۔ پس قرآن شریف کو ماننے والے اور اس کو پڑھنے والے ہی عقل والے ہیں۔ کیوں عقل والے ہیں؟ اس لئے کہ اس کتاب میں تمام سابقہ انبیاء کی تعلیم کی وہ باتیں بھی آ جاتی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ قائم رکھنا چاہتا تھا، جو صحیح باتیں تھیں اور اس زمانے کے لئے ضروری تھیں۔ اور موجودہ اور آئندہ آنے والی تعلیم یا ان باتوں کا بھی ذکر ہے جو ضرورت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے سمجھا کہ یہ تاقیامت انسان کے لئے ضروری ہیں اور وہ آنحضرت ﷺ پر نازل فرمائیں۔ پس اس اعلان پر جو قرآن کریم نے کیا ہے غور کرو۔ نصیحت پکڑو اور عقل والوں کا یہی کام ہے۔ اس اعلان کا ہم تبھی چرچا کر سکتے ہیں جب اس تعلیم کو ہم خود بھی اپنے اوپر لاگو کرنے والے ہیں۔

پھر تلاوت کے بارہ میں کہ کس طرح سننی چاہئے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (الاعراف: 205) اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ قرآن کریم کا یہ احترام ہے جو ہر احمدی کو اپنے اندر پیدا کرنا چاہئے اور اپنی اولاد میں بھی اس کی اہمیت واضح کرنی چاہئے۔ بعض لوگ بے احتیاطی کرتے ہیں۔ تلاوت کے وقت اپنی باتوں میں مشغول ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ بعض گھروں میں ٹی وی لگا ہوتا ہے اور تلاوت آ رہی ہوتی ہے اور گھر والے باتوں

میں مشغول ہوتے ہیں۔ خاموشی اختیار کرنی چاہئے۔ یا تو خاموشی سے تلاوت سنیں یا اگر باتیں اتنی ضروری ہیں کہ کرنی چاہئیں، اس کے کئے بغیر گزارا نہیں ہے تو پھر آواز بند کردیں۔ یہ حکم تو غیروں کے حوالے سے بھی ہے کہ اگر خاموشی سے اس کلام کو سنیں تو انہیں بھی سمجھ آئے کہ یہ کیسا زبردست کلام ہے۔ اور اللہ تعالیٰ پھر اس وجہ سے ان پر رحم فرماتے ہوئے ان کی ہدایت اور راہنمائی کے سامان بھی مہیا فرمادے گا۔ پس ہمیں خود اس بات کا بہت زیادہ احساس ہونا چاہئے کہ اللہ کے کلام کو خاموشی سے سنیں اور سمجھیں اور زیادہ سے زیادہ اللہ کا رحم حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

پھر ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا۔ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (هود:113) پس جیسے تجھے حکم دیا جاتا ہے تو اس پر مضبوطی سے قائم ہو جا اور وہ بھی قائم ہو جائیں جنہوں نے تیرے ساتھ توبہ کی ہے اور حد سے نہ بڑھو یقیناً وہ اس پر جو تم کرتے ہو گہری نظر رکھنے والا ہے۔

یہ سورۃ ھود کی آیت ہے۔ تو یہ حکم صرف آنحضرت ﷺ کے لئے نہیں تھا۔ ویسے تو ہر حکم جو آپؐ پر اترا وہ اُمّت کے لئے ہے۔ آپ کے ماننے والوں کے لئے ہے۔ لیکن یہاں خاص طور پر مومنوں کو اور توبہ کرنے والوں کو بھی شامل کیا گیا ہے کہ تمام احکامات پر مضبوطی سے عمل کرو اور کرواؤ۔ اور ایک بات یاد رکھو کہ صرف عبادات پر ہی انحصار نہ ہو بلکہ اصل چیز جو اس کا مغز ہے اس کو تلاش کرو اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول اور یہ حکم آپ کو دے کر خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نے توبہ کی تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود کو جانیں اور سمجھیں اور زیادہ سے زیادہ اس کا علم حاصل کریں اور کبھی اس سے تجاوز کرنے کی کوشش نہ کریں۔ تبھی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو سکتی ہے۔ اس میں ہماری یہ بھی ذمہ داری ہے کہ اپنے بچوں کی بھی ایسی تربیت کریں کہ وہ خدا تعالیٰ کے اس کلام کو سمجھنے اور غور کرنے اور اپنی زندگیوں پر لاگو کرنے کی کوشش کرنے والے ہوں۔

اس کی وضاحت کرتے ہوئے ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''مجھے تو سخت افسوس ہوتا ہے جبکہ مَیں دیکھتا ہوں کہ مسلمان ہندوؤں کی طرح بھی احساس موت نہیں کرتے۔ رسول اللہ ﷺ کو دیکھو صرف ایک حکم نے کہ فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ نے ہی بوڑھا کردیا۔ کس قدر احساس موت ہے۔ آپ کی یہ حالت کیوں ہوئی۔ صرف اس لئے کہ تا ہم اس سے سبق لیں''۔ کوئی حکم ہوا تو آنحضرت ﷺ نے کہا کہ مجھے اس آیت نے بوڑھا کر دیا۔ کس لئے تا کہ اُمّت، جو ماننے والے ہیں وہ بھی اس سے سبق لیں۔ ان کی فکر تھی آپ کو۔ فرماتے ہیں کہ ''ورنہ رسول اللہ ﷺ کی پاک اور مقدس زندگی کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہادی کامل اور پھر قیامت تک کے لئے اور اس پر کل دنیا کے لئے مقرر فرمایا۔ مگر آپ کی زندگی کے کُل واقعات ایک عملی تعلیمات کا مجموعہ ہیں۔ جس طرح پر قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی قولی کتاب ہے اور قانون قدرت اس کی فعلی کتاب ہے اسی طرح پر رسول اللہ ﷺ کی زندگی بھی ایک فعلی کتاب ہے جو گویا قرآن کریم کی شرح اور تفسیر ہے۔

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ (سورۃ ھود زیر آیت 113) جلد دوم صفحہ 704)

اس کی مزید وضاحت بھی آپ نے فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

''رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے پوچھنے پر فرمایا کہ مجھے سورۃ ھود نے بوڑھا کر دیا کیونکہ اس حکم کے رو سے بڑی بھاری ذمہ داری میرے سپرد ہوئی ہے۔ اپنے آپ کو سیدھا کرنا اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی پوری فرمانبرداری جہاں تک انسان کی اپنی ذات سے تعلق رکھتی ہے ممکن ہے کہ وہ اس کو پورا کرے۔ لیکن دوسروں کو ویسا ہی بنانا آسان نہیں ہے۔ اس سے ہمارے نبی کریم ﷺ کی بلند شان اور قوت قدسی کا پتہ لگتا ہے۔ چنانچہ آپ نے اس حکم کی کیسی تعمیل کی۔ صحابہ کرام کی وہ پاک جماعت تیار کی کہ ان کو كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (سورۃ آل عمران آیت نمبر 111) کہا گیا اور رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (المائدہ :120) کی آواز ان کو آ گئی۔ آپ کی زندگی میں کوئی بھی منافق مدینہ طیّبہ میں نہ رہا۔ غرض ایسی کامیابی آپ کو ہوئی کہ اس کی نظیر کسی دوسرے نبی کے واقعات زندگی میں نہیں ملتی۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی غرض یہ تھی کہ قیل وقال ہی تک بات نہ رکھنی چاہئے''۔ (صرف زبانی جمع خرچ نہ ہو) ''کیونکہ اگر نرے قیل وقال اور ریاکاری تک ہی بات ہو تو دوسرے لوگوں اور ہم میں پھر امتیاز کیا ہوگا اور دوسروں پر کیا شرف؟''۔

(الحکم۔ جلد 5 نمبر 29۔ مورخہ 10 /اگست 1901ء صفحہ 1۔ تفسیر حضرت مسیح موعودؑ (سورۃ ھود زیر آیت 113) جلد دوم صفحہ 704-705)

پس آج یہ سبق ہمارے لئے بھی ہے کہ قیل وقال تک بات نہ رہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو سمجھ کر اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنے کی کوشش کی جائے کیونکہ یہی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ جیسا کہ ایک جگہ فرمایا کہ وَھٰذَا کِتَابٌ اَنزَلْنٰهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ(الانعام:156) اور یہ مبارک کتاب ہے جسے ہم نے اتارا ہے۔ پس اس کی پیروی کرو اور تقویٰ اختیار کرو تا کہ تم رحم کئے جاؤ۔

پھر ایک اور بات جو معاشرے کے لئے، امن کے لئے ضروری ہے اس کا مَیں یہاں ذکر کر دوں۔ پہلے ہی ذکر آنا چاہئے تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءً بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ(الانعام:55) اور جب تیرے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں تو ان سے کہا کر۔ تم پر سلام ہو۔ تمہارے لئے تمہارے ربّ نے اپنے اوپر رحمت فرض کر دی ہے۔ یعنی یہ کہ تم میں سے جو کوئی جہالت سے بدی کا ارتکاب کرے پھر اس کے بعد توبہ کر لے اور اصلاح کر لے تو یاد رکھے کہ وہ (یعنی اللہ) یقیناً بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

پس یہ خوبصورت تعلیم ہے جو معاشرے کا حسن بڑھاتی ہے۔ جب سلامتی کے پیغام ایک دوسرے کو بھیج رہے ہوں گے تو آپس کی رنجشیں اور شکوے اور دُوریاں خود بخود ختم ہو جائیں گی اور ہو جانی چاہئیں۔ بھائی بھائی جو آپس میں لڑے ہوئے ہیں۔ ناراضگیاں ہیں۔ ان میں صلح قائم ہو جائے گی۔ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ ہم احمدی ہیں اور قرآن کریم پر ہمارا پورا ایمان ہے اور اس کی تعلیم پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو پھر قرآن تو کہتا ہے کہ سلامتی بھیجو۔ ایک دوسرے پر سلامتی بھیجو۔ اور یہاں بعض جگہ پر ناراضگیوں کا اظہار ہو رہا ہوتا ہے۔

پس غور کرنا چاہئے اور اپنی چھوٹی چھوٹی باتوں پر جو قرآن کریم کی اعلیٰ تعلیم اور احکامات ہیں ان کو قربان نہیں کرنا چاہئے۔ پس ہر احمدی کو قرآن کریم کو پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ یہ ایسی عظیم کتاب ہے کہ کوئی پہلو ایسا نہیں جس کا اس نے احاطہ نہ کیا ہو۔ پس معاشرے کے امن کے لئے بھی، اپنی روحانی ترقی کے لئے بھی، خدا کا قرب پانے کے لئے بھی انتہائی ضروری ہے کہ ہم قرآن کریم کے احکامات تلاش کر کے ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ اور یہ تبھی ہو سکتا ہے جب ہم باقاعدہ تلاوت کرنے والے اور اس پر غور کرنے والے ہوں گے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا تھا کہ تمام باتیں تو بیان نہیں ہو سکتیں۔ کچھ مَیں نے کی ہیں باقی آئندہ انشاء اللہ۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’قرآن شریف پر تدبر کرو۔ اس میں سب کچھ ہے۔ نیکیوں اور بدیوں کی تفصیل ہے اور آئندہ زمانے کی خبریں ہیں وغیرہ۔ بخوبی سمجھ لو کہ یہ وہ مذہب پیش کرتا ہے جس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کے برکات اور ثمرات تازہ بتازہ ملتے ہیں۔ انجیل میں مذہب کو کامل طور پر بیان نہیں کیا گیا۔ اُس کی تعلیم اُس زمانے کے حسب حال ہو تو ہو لیکن وہ ہمیشہ اور حالت کے موافق ہرگز نہیں۔ یہ فخر قرآن مجید ہی کو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ہر مرض کا علاج بتایا ہے اور تمام قویٰ کی تربیت فرمائی ہے اور جو بدی ظاہر کی ہے اس کے دُور کرنے کا طریق بھی بتایا ہے۔ اس لئے قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہو اور دعا کرتے رہو اور اپنے چال چلن کو اس کی تعلیم کے ماتحت رکھنے کی کوشش کرو‘‘۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 102۔ جدید ایڈیشن)

اللہ ہمیں اس کے پڑھنے، سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم خود بھی اس ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے ہوں اور اپنی نسلوں کو بھی قرآن کریم کی خوبصورت تعلیم کی طرف توجہ دلائیں اور ان کے دلوں میں قرآن کریم کی محبت پیدا کرنے والے ہوں۔

حضرت عبداللہ بن ہشام بیان کرتے ہیں کہ:

میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھا، آپؐ، حضرت عمرؓ کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ آپؐ سب سے زیادہ مجھ کو محبوب ہیں ایک میرے نفس سے زیادہ تو میں نہیں کہہ سکتا۔ آپؐ نے فرمایا، قسم اس پروردگار کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تمہارا ایمان اس وقت تک پورا نہیں ہو سکتا جب تک تم اپنے نفس سے بھی زیادہ مجھ سے محبت نہ رکھو۔ یہ سُن کر حضرت عمرؓ نے عرض کیا، اگر یہ بات ہے تو اب تو آپؐ میرے نفس سے بھی زیادہ مجھ کو محبوب ہیں۔ آپؐ نے فرمایا ہاں عمرؓ اب تیرا ایمان پورا ہوا۔

(صحیح بخاری جلد سوم حدیث نمبر 154)

اعتکاف اور اس کے مسائل

عبدالماجد طاہر۔لندن

اعتکاف کے لغوی معنی کسی جگہ میں بند ہو جانے یا ٹھہرے رہنے کے ہیں۔اِسلامی اِصطلاح میں''اَلــلَّبثُ فِی الْـمَسْـجِـدِمَـعَ الـصَّـوْمِ وَنِیَّـةِ الْاِعْتِــکَـــافِ'' یعنی عبادت کی نیت سے روزہ رکھ کر مسجد میں ٹھہرنے کا نام اعتکاف ہے۔

روزہ کی طرح اعتکاف کا وجود بھی دیگر مذاہب میں ملتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

وَعَهِدْنَا اِلٰی اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّائِفِیْنَ وَالْعَاکِفِیْنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ

(البقرة:126)

ہم نے ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کو تاکیدی حکم دیا تھا کہ میرے گھر (خانہ کعبہ) کو طواف کرنے، اعتکاف کرنے، رکوع کرنے اور سجدہ کرنے والوں کیلئے پاک اور صاف رکھو۔

آنحضرت ﷺ کا بعثت سے قبل کے ایام میں دنیوی اشغال سے فارغ ہو کر غارِ حرا میں یادِ خداوندی میں مشغول رہنا بھی ایک رنگ میں اعتکاف ہی تھا۔اعتکاف انسان جب چاہے اور جس دن چاہے بیٹھ سکتا ہے لیکن رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھنا مسنون ہے۔

☾... آنحضرت ﷺ کے اعتکاف کے بارہ میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ:

''آنحضرت ﷺ کا اپنی وفات تک یہ معمول رہا کہ آپؐ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھا کرتے تھے۔آپؐ کی وفات کے بعد آپ کی ازواج مطہرات بھی اس سنت کی پیروی کرتی رہیں۔''

(صحیح مسلم کتاب الاعتکاف باب اعتکاف العشر الاواخر)

☾... آنحضرت ﷺ لیلۃ القدر کی تلاش کرنے والوں کو رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھنے کی ہدایت فرمایا کرتے تھے۔چنانچہ آپؐ نے ایک موقعہ پر فرمایا کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرہ میں ہے۔تم میں سے جو شخص اعتکاف بیٹھنا چاہے وہ اس عشرہ میں بیٹھے۔چنانچہ صحابہؓ آپؐ کے ساتھ آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھتے۔

اعتکاف کتنے دن بیٹھنا چاہیئے

☾... اعتکاف کیلئے کوئی میعاد مقرر نہیں۔یہ بیٹھنے والے کی مرضی پر منحصر ہے، جتنے دن بیٹھنا چاہے بیٹھے۔تاہم مسنون اعتکاف جو آنحضرت ﷺ کے طرزِ عمل سے ثابت ہے یہ ہے کہ کم از کم دس دِن کا ہو۔حدیث میں ہے:

''حضور ﷺ ہمیشہ ماہ رمضان میں دس دن اعتکاف بیٹھا کرتے تھے۔البتہ جس سال آپؐ کی وفات ہوئی اس سال آپ ﷺ بیس دن کا اعتکاف بیٹھے۔''

اعتکاف کب شروع ہوگا

☾... اعتکاف 20 رمضان کی نماز فجر سے شروع کرنا چاہیئے کیونکہ آنحضرت ﷺ کے بارے میں واضح طور پر موجود ہے کہ آپ دس دن کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے اور دس دن اسی صورت میں مکمل ہوتے ہیں جبکہ 20 رمضان کی صبح کو اعتکاف میں بیٹھا جائے اور عید کا چاند نظر آنے پر معتکف کا اعتکاف مکمل ہو جاتا ہے۔

آنحضرت ﷺ نمازِ فجر کے بعد اپنے مُعْتَکَفْ میں قیام پذیر ہو جاتے۔حضرت عائشہؓ کی روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ جب اعتکاف کا ارادہ فرماتے تو نمازِ فجر ادا کرنے کے بعد اپنے مُعْتَکَفْ میں جو اس غرض کیلئے تیار کیا جاتا چلے جایا کرتے تھے۔''

حضرت مصلح موعودؓفرماتے ہیں:

''اعتکاف بیسویں کی صبح کو بیٹھتے ہیں۔کبھی دس دن ہوجاتے ہیں اور کبھی گیارہ۔''

(الفضل 3نومبر 1914)

اعتکاف کس جگہ پر کیا جاسکتا ہے

☾... اعتکاف کیلئے موزوں اور مناسب جگہ جامع مسجد ہے جیسا کہ قرآن میں ذکر ہے:

''وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ۔'' کیونکہ مساجد ہی اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی عبادت کیلئے مخصوص ہیں اور احادیث میں مسجد میں ہی اعتکاف بیٹھنے کی تاکید ہے۔چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

''لَا اِعْتِكَافَ اِلَّا فِي الْمَسْجِدِ جَامِعَ۔''

(ابو داؤد کتاب الاعتکاف باب المعتکف یعود المریض)

سارے آئمہ اس رائے پر متفق ہیں کہ اعتکاف ایسی مسجد میں ہوسکتا ہے جس میں باجماعت نماز ہوتی ہو۔گومجبوری کی بناء پر مسجد کے باہر بھی اعتکاف ہوسکتا ہے۔

☾... حضرت مصلح موعودؓفرماتے ہیں:

''مسجد سے باہر اعتکاف ہوسکتا ہے مگر مسجد والا ثواب نہیں مل سکتا۔جب باقاعدہ عام مسجد میسر نہ آئے مثلاً کہیں اکیلا احمدی رہتا ہے یا مقامی جماعت کے افراد کسی دوست کے گھر میں مل کر نماز ادا کرتے ہیں تو ایسی صورت میں اپنے گھر میں ایسی جگہ جو نماز کیلئے عام طور پر مخصوص کر لی گئی ہو اعتکاف بیٹھ سکتے ہیں۔مجبوری کی حالت کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور وہ بندے کی نیت کے مطابق اعمال کا ثواب دیتا ہے۔''

عورت کا اعتکاف

☾... عورت بھی مسجد میں اعتکاف بیٹھ سکتی ہے لیکن اگر کسی جگہ مسجد نہیں یا مسجد میں عورت کی رہائش کا معقول اور مناسب انتظام نہیں تو گھر میں نماز کیلئے ایک الگ جگہ مخصوص کرکے وہاں اعتکاف بیٹھنا اس کیلئے زیادہ بہتر ہے۔اعتکاف کے دوران اگر عورت کے مخصوص ایام شروع ہوجائیں تو وہ اعتکاف ترک کردے۔اس حالت میں اس کا مسجد میں رہنا درست نہیں ہوگا۔

☾... عام حالات میں اعتکاف کیلئے روزہ ضروری شرط ہے۔

☾... حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ روزہ کے بغیر اعتکاف درست نہیں ہے۔روایت کے الفاظ یہ ہیں۔لَا اِعْتِكَافَ اِلَّا بِالصَّوْمِ۔کہ روزہ کے بغیر اعتکاف نہیں ہے۔آیت کریمہ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى اللَّيْلِ وَلَاتُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ (البقرة:188) کا انداز بیان بھی اسی مسلک کی تائید کرتا ہے۔علاوہ ازیں یہ تصریح کہیں نہیں ملتی کہ آنحضرت ﷺ یا آپؐ کے صحابہ کبھی روزے کے بغیر اعتکاف بیٹھے ہوں۔صحابہؓ میں سے حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ اور آئمہ میں سے امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام اوزاعیؒ کا یہی مسلک ہے کہ اعتکاف کیلئے روزہ ضروری ہے۔

مُعْتَکِف کن ضروریات کیلئے مسجد سے باہر جاسکتا ہے

☾... معتکف کیلئے حوائج ضروریہ کے علاوہ کسی اور وجہ سے مسجد سے باہر نکلنا جائز نہیں۔

☾... حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اعتکاف کی حالت میں سوائے انسانی حاجت کے گھر میں نہیں آتے تھے۔(یہ امر یاد رہے کہ آنحضرت ﷺ کا گھر مسجد کے ساتھ ملحق تھا۔)

☾... کلی انقطاع اعتکاف کا اعلیٰ درجہ ہے۔حضرت عائشہؓفرمایا کرتی تھیں کہ سنت یعنی آنحضرت ﷺ کے طریق کی متابعت یہ ہے کہ معتکف مسجد سے باہر نہ نکلے۔نہ بیمار کی عیادت کیلئے اور نہ ہی جنازہ میں شامل ہونے کیلئے۔ہاں حوائج ضروریہ کے لئے باہر جاسکتا ہے۔

(ابو داؤد کتاب الصیام، باب المعتکف یعود المریض)

☾... انسانی حاجت سے مراد کیا ہے؟ اس کا ایک مفہوم بیت الخلاء جانا ہے۔اس مفہوم پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ یہ ایسی ضرورت ہے جس کیلئے مسجد سے باہر آنا ضروری ہے۔اسی طرح اگر محلّہ کی مسجد میں اعتکاف بیٹھا ہے تو جمعہ پڑھنے کیلئے جامع مسجد جانے کی بھی اجازت ہے اور اسے بھی حاجت انسانی سمجھا گیا ہے۔

اس کے علاوہ باقی ضروریات مثلاً درس القرآن یا اجتماع عید میں شامل ہونے ، کھانا کھانے، نماز جنازہ پڑھنے، کسی عزیز کی بیمار پرسی کرنے یا کسی کی مشایعت کیلئے باہر آنے کی اجازت میں اختلاف ہے۔ اکثر ان اغراض کیلئے مسجد سے باہر آنے کو جائز نہیں سمجھتے اور اعتکاف کی روح بھی اس امر کی متقاضی ہے کہ ان ثانوی اغراض کیلئے معتکف مسجد سے باہر نہ آئے بلکہ کلی انقطاع کی کیفیت اپنے اوپر وارد کرنے کی کوشش کرے اور اس قسم کی ترغیبات اور خواہشات کی قربانی دینے کا اپنے آپ کو عادی بنائے۔ تاہم بعض فقہاء نے کہا ہے کہ حوائج ضروریہ میں کچھ وسعت ہے۔ بعض اور ضرورتوں کیلئے معتکف مسجد سے باہر جاسکتا ہے۔ بعض روایات سے بھی اشارۃً اس کی تائید ہوتی ہے کہ انسان کسی اور ضرورت کے پیش نظر بھی مسجد سے باہر جاسکتا ہے۔ مثلاً ایک بار حضرت صفیہؓ رات کو آپؐ سے ملنے گئیں اور دیر تک باتیں کرتی رہیں اور جب واپس ہوئیں تو آپؐ انہیں گھر تک پہنچانے آئے حالانکہ یہ گھر مسجد سے کافی دُور تھا۔

(ابو داؤد ، باب المعتکف یدخل البیت الحاجة)

☾... حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں:

''جب بھی قضائے حاجت کیلئے گھر آتی اور گھر میں کوئی بیمار ہوتا تو چلتے چلتے اس کی طبیعت پوچھ لیتی۔''

(ابن ماجه کاتب الصوم باب فی المعتکف یعود المریض)

☾... حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیادت مریض کے جواز کے بارہ میں جو لکھا ہے اس کا بھی غالباً یہی مطلب ہے کہ ایسے رنگ میں عیادت جائز ہے۔

☾... حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں ایک سوال پیش ہوا کہ معتکف اپنے دنیوی کاروبار کے متعلق بات کرسکتا ہے یا نہیں۔ تو آپؑ نے فرمایا: ''سخت ضرورت کے وقت کرسکتا ہے اور بیمار کی عیادت کیلئے اور حوائج ضروریہ کے واسطے باہر جاسکتا ہے۔''

(بدر 21فروری1907)

بعض باتیں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ انسان کو ان کے کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہوتا ہے لیکن اگر ان کو کیا جائے تو پھر ضروری شرائط کے ساتھ ان کی بجا آوری مشروط ہے۔ اعتکاف کا بھی یہی حال ہے۔ آپ چاہیں تو اعتکاف بیٹھیں اور چاہیں تو اپنے حالات کے پیش نظر ترک کریں۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ مسنون اعتکاف کی نیت سے اعتکاف بھی بیٹھیں اور پھر اپنی مرضی کو بھی اس میں دخل انداز ہونے دیں۔

پس مسنون اعتکاف وہی ہے جو آنحضرت ﷺ کے طریق کے مطابق ہو اور جو حدیثوں سے ثابت ہو اور وہ یہ ہے کہ رمضان کا آخری عشرہ آپ مسجد میں روزہ سے گزارتے اور حوائج ضروریہ کے علاوہ باقی کسی ضرورت سے مسجد سے باہر نہ آتے۔

(الفضل انٹر نیشنل 4ستمبر10ستمبر 2009)

ضــروری اعــلان

احمدیہ گزٹ اور رسالہ النور امریکہ

محترم امیر صاحب جماعت احمدیہ امریکہ کی ہدایت کے مطابق تمام قارئین رسالہ النّور اور احمدیہ گزٹ یو۔ایس۔اے کو اطلاع دی جاتی ہے کہ ادارہ ان رسائل میں ''احمدیہ نیوز یو ایس اے'' کے عنوان سے ایک نیا سیکشن جاری کر رہا ہے۔ تمام قارئین سے التماس ہے کہ اس ضمن میں اپنی فیملی اور مجلس میں ہونے والے اہم واقعات مثلاً پیدائش، شادی، تعلیمی کامیابی، ملازمتی و کاروباری ترقی، سانحہ ارتحال کی خبریں نیز جماعتی سرگرمیوں خصوصاً تبلیغی مساعی کی معلوماتی رپورٹس بغرض اشاعت بھجوائیں۔ اس غرض سے جماعتی اور ذیلی تنظیموں کے عہدیداران سے خصوصی التماس ہے۔ ایسی بامقصد اور دلچسپ خبروں کے بھجوانے کیلئے درج ذیل ای میل اور فون نمبرز پر رابطہ کر کے ممنون فرمائیں:

1. Mr. Kalimullah Khan
khan@api.org
(301)386-7364

2. Dr. Karimullah Zirvi
karimzirvi@yahoo.com
(201)794-8122

ماہِ رمضان اور لذّتِ احساس

ڈاکٹر فہمیدہ منیر

سکون و سکینت سے بھرپور دیکھا
ہر اک لمحہ جیون کا پُرنُور دیکھا
کلامِ خدا سے فضائیں معطر
عجب ماہِ رمضاں کا دستور دیکھا
بہت مطمئن سی ہے کیفیتِ دل
نکھرتے سویروں کو مغرور دیکھا
دُکھن اور چُبھن کا نشاں مٹ گیا ہے
اڈٹے اندھیروں کو مجبور دیکھا
چھبن رات کی کچھ نرالی سی دیکھی
سویرا ہر اک شب میں مستور دیکھا
گزرتی ہو جیسے پَوَن بادلوں سے
ہر اِک کو تھکن سے بہت دُور دیکھا
ملن کی لگن سے یہ دل شاد دیکھے
محبت کی آنکھوں کو مخمور دیکھا
ہر اک پیرہن گلبدن ہوگیا ہے
چمن نور و برکت سے معمور دیکھا
قرینے تقدس کے راس آگئے ہیں
سخن کے تقاضوں کو مفرور دیکھا
سمن کی طرح تازہ دم لگ رہا تھا
جسے ہم نے اکثر تھا مجبور دیکھا
جسے اہلِ دل نے تھا ناشاد پایا
اسے جذب و الفت سے مسرور دیکھا
کشائش کا اِک قلزمِ بیکراں ہے
عریضہ دعاؤں کا منظور دیکھا

نویدِ رحمت

مرزا محمود احمد

ماہِ رمضاں نویدِ رحمت ہے
آیہء خیر وجہ ِبرکت ہے
زندگی میں یہ ماہ پھر آیا
خوش نصیبی ہے اور سعادت ہے
بند ہیں سارے دَر جہنم کے
اور وا ہر ایک بابِ جنّت ہے
اس میں قرآن کا نزول ہوا
ماہِ رمضاں کی یہ فضیلت ہے
ماہِ رمضاں کا آخری عشرہ
یاد رکھیئے ' کلیدِ جنّت ہے
تم ہو کمزور پر تمہارا خدا
قادر و مقتدر ہے قوت ہے
اس کے آگے جھکو بہ شب ۔ بہ نیاز
کہ یہی بہتریں انابت ہے
ہر گھڑی عرش سے پیامِ سکوں
ہر گھڑی غیب سے بشارت ہے
ہم پہ اللہ کا ہے کرم محمودؔ
ہم پہ سایہ فگن خلافت ہے
روح کے واسطے پیامِ نشاط
پئے دل موجبِ مسرت ہے
''چل رہی ہے نسیم رحمت کی''
رنگ پر شانِ استجابت ہے

صیامِ رمضان اور حقوق العباد

لطف الرحمٰن محمود

حقوق کی دو قسمیں

''دینِ عجائز'' (بوڑھی عورتوں کا مذہب) ایک دلچسپ اصطلاح ہے۔ یہ کسی الگ مذہب کا نام نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ضعیف عورتیں دِین کی چند موٹی موٹی بنیادی باتیں اختیار کر لیتی ہیں اور پھر عمر بھر اُن پر عمل پیرا رہ کر اپنی زندگی گزار دیتی ہیں۔ ایسی خوش عقیدہ خواتین، دین کی باریکیوں اور مذہبی فلاسفی کی نزاکتوں میں نہیں پڑتیں۔ جسے اسلام سمجھتی ہیں اُس پر ڈٹی رہتی ہیں۔ لیکن جو لوگ اسلامی احکام کے علمی، فقہی، روحانی، اخلاقی، معاشرتی، اقتصادی اور دیگر پہلوؤں سے گہری واقفیت کے آرزومند ہوتے ہیں، اُنہیں کئی منازل ومراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔

ایک تقسیم ارکانِ اسلام اور ارکانِ دین کے حوالے سے ہے۔ دوسرا پہلو اخلاق اور معاملات کا ہے۔ ایک اور مرحلہ فقہی مسائل اور اُن احکام کے جواز اور حکمت کی تفہیم اور استحسان کا ہے۔ ایک اور اہم تقسیم حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ہے۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے حقوق اللہ وہ حقوق ہیں جن کا تعلق ہمارے خالق و مالک سے ہے جن کی ادائیگی اِنس اور بشر کی حیثیت سے ہمارا فرض ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار، شرک کی تمام اقسام سے اجتناب، احکامِ الٰہی کی اطاعت، عبادات کی بجا آوری، یہ سب اللہ تعالیٰ کے حقوق کا حصہ ہیں۔ حقوق العباد، وہ حقوق ہیں جو انسانوں پر انسان ہونے کے ناطے سے عاید ہیں۔ انسان ایک معاشرتی جاندار ہے۔ وہ معاشرے میں گھل مل کر رہتا ہے۔ مسلمانوں کے اس طرح مل جل کر رہنے سے ''اسلامی معاشرہ'' معرضِ وجود میں آتا ہے۔ اس معاشرے کی صحت اور نشو ونما کا انحصار حقوق العباد کی ادائیگی پر ہے۔ اسلام زبانی جمع خرچ کا مذہب نہیں نہ ہی ایک ''بوفے ٹیبل'' ہے کہ چیزیں اپنی پسند ناپسند کے مطابق چُن لی جائیں۔

یہی وجہ ہے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا ادراک اور استحسان بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ اسلام میں حقوق العباد بھی لہر در لہر موجود ہیں۔ والدین، ازواج (Spouses)، اولاد، رشتہ دار، اعزہ واقارب، ہمسائے، غرباء ومساکین اور دیگر ضرورت مند، انسانیت کے پس ماندہ اور محروم طبقے، اسیر اور قیدی، بیمار، مسافر، اسلام تو ایسا دین ہے کہ زندوں کو چھوڑیئے وفات پا جانے والوں کے حقوق بھی زندوں پر قائم کرتا ہے۔ معاشرے کے عناصر ترکیبی کے جائزے کے بعد یہ فہرست طویل سے طویل تر ہو جاتی ہے۔

دوسرے مذاہب کے پیرو، سیاسی لوگ یا دانش ور اسلامی حقوق العباد کی جگہ ''حقوقِ انسانی'' یا حقوقِ بشر (Human Rights) کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے 10 دسمبر 1948 کو حقوق انسانی کو ایک اعلامیہ کی شکل میں منظور کیا یہ منشور یا دستاویز 30 حقوق پر مشتمل ہے۔ اقوامِ متحدہ کے رُکن ممالک اس اعلامیہ کو مانتے ہیں بلکہ بہت سے ممالک نے اپنے آئین لکھتے وقت ان نکات کو پیش نظر رکھا ہے۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ نے اپنی کتاب Islam and Human Rights (جس کا پانچواں ایڈیشن مطبوعہ 1999 اس وقت میرے سامنے ہے۔) میں ان 30 حقوق کا اسلامی حقوق العباد کی روشنی میں جائزہ لیا ہے اور اُنہیں اسلامی تعلیمات کا عکس اور قرآن وسنت کو ان حقوق کا اصل منبع قرار دیا ہے۔

''حقوق العباد'' پہ کیا گزری؟

حضرت نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین کے مبارک دور میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی اہمیت واضح ہوتی رہی۔ لیکن دورِ ملوکیت میں حقوق العباد آہستہ آہستہ پس منظر میں چلے گئے۔ مذہبی علماء، فقہاء، آئمہ مساجد، خطیبوں، مفسروں، نے 1300 سال کے عرصہ میں اپنی توجہ اور ساری توانائی ''حقوق اللہ'' پر مرکوز رکھی۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، وغیرہ پر زور دیا گیا یا پھر بادشاہ، سلطان اور اس کے امراء اور عمّال کی اطاعت کے نظریے کو مستحکم کیا گیا۔ حقوق العباد کو عملاً ثانوی حیثیت حاصل رہی۔ یہی وجہ ہے کہ اُمّہ کا یہ پہلو نظر انداز ہونے کی وجہ سے کمزور رہ گیا۔ اس کے اثرات معاشرے میں محسوس کئے جا سکتے ہیں۔ اسلامی ممالک خصوصاً پاکستان کے اخبارات و جرائد کا مطالعہ کر لیجئے اور ٹی وی چینلز پر خبروں، تبصروں اور ٹاک شوز کے شرکاء کی گفتگو سن لیجئے۔ آپ کو صورتِ احوال کا اندازہ ہو جائے گا۔ مسجدیں آباد ہیں، اذانوں کا شور ہے، مذہبی تقاریب اور تہوار جوش و خروش سے منائے جاتے ہیں۔ پاکستان کو ''اسلام کا قلعہ'' کہا جاتا ہے مگر اس قلعے میں عورتوں کے چہرے تیزاب پھینک کر مسخ کئے جاتے ہیں۔ نابالغ بچیوں کا ''گینگ ریپ'' ہوتا ہے۔ فراڈ کا یہ عالم ہے کہ حج اور عمرہ پر جانے والوں کے پاسپورٹ اور رقوم لے کر ایجنٹ اور ٹوُر آپریٹرز فرار ہو جاتے ہیں۔ بلوچستان میں عورتوں کو زندہ درگور کرنے کا واقعہ ہوا۔ سندھ میں گولی مارنے سے قبل بہو پر بھوکے کُتے چھوڑے گئے۔ پنجاب میں ایک خاوند نے بیوی کی ناک کان کاٹنے کے بعد اُس کی آنکھیں نکال کر چھت سے اُلٹا لٹکا دیا۔ یہ سنی سنائی کہانیاں نہیں ہیں۔ یہ تمام خبریں، مقامات، تاریخ اور حوالہ جات کی قید کے ساتھ میری ڈائریوں میں محفوظ ہیں۔ ان واقعات سے اسلام کے قلعے کے اصل خدوخال سامنے آجاتے ہیں! بربریت اور درندگی کی یہ روایات اتنی پختہ ہو چکی ہے کہ کینیڈا، امریکہ اور یورپ میں آباد ہونے والے تارکین وطن سے بھی ایسے مظالم سرزد ہو جاتے ہیں ؎

چُھٹتی نہیں ہے مُنہ سے یہ کافر لگی ہوئی

رہی سہی کسر، دینِ اسلام کی روشنی سے محروم ڈرامہ نگاروں، افسانہ نویسوں اور فلم سازوں نے نکال دی ہے۔ اور اس قسم کے مکالمے اور ڈائیلاگ لکھ اور بول کر عوام کی رُوحانی بینائی چھیننے کی پوری کوشش کی:

''نماز میرا فرض ہے اور چوری میرا پیشہ''

یہی وجہ ہے بعض اہم شخصیات قومی خزانہ لُوٹنے کے بعد، سرکاری خرچ پر حج اور عمرہ کر کے مطمئن ہو جاتے ہیں کہ نامہء اعمال صاف شفاف اور پاک ہو گیا۔ بقولِ غالب ؎

رات پی زمزم پہ مے اور صُبحدم
دھوئے دھبّے جامہء احرام کے

یہ بھی یاد رہے کہ اسلام میں کسی روایتی رابن ہُڈ کی کوئی گنجائش نہیں۔ کوئی ''جگّا ڈاکو'' لُوٹ مار کے بعد، غریبوں مسکینوں کی مدد کر کے ''اسلام کا ہیرو'' نہیں بن سکتا۔ ایصالِ خیر کیلئے خرچ کیا جانے والا مال بھی طیّب اور پاک ہونا چاہیئے۔ اسلام بجا طور پر یہ توقع رکھتا ہے کہ نیت بھی صالح ہو، عمل بھی صالح ہو، مال بھی پاک ہو، اور اس کے خرچ کے مراحل بھی درست ہوں۔

مسلم معاشرہ، حقوق العباد کو لمبے عرصے تک نظر انداز کرنے کا خمیازہ بھگت رہا ہے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ اس لغزش کی تلافی کی جائے۔

ارکانِ اسلام کا حقوق العباد سے گہرا تعلق

اعلانِ توحید باری تعالیٰ، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج بیت اللہ سے متعلق احکام پر مشتمل آیاتِ قرآنی کے سیاق وسباق یعنی آگے پیچھے آنے والی آیات کے مطالعہ اور تجزیہ سے ان ارکانِ دین کے حقوق العباد سے گہرے تعلق کا فہم وادراک کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ درج ذیل مثالیں ملاحظہ کیجئے:

عقیدۂ توحید، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے اقرار کے ساتھ ہی مساواتِ انسانی کا تصور ذہن میں اُبھرتا ہے۔ اگر سب انسان خدائے واحد کے ''عیال'' ہیں تو اُن سے دشمنی کیسی؟ چندروزہ زندگی کے عارضی مفادات کی خاطر لوگوں پر ظلم کا کیا جواز ہے؟ اللہ تعالیٰ خود ''عادل'' ہے اور اپنے رسولوں اور اُن کے ذریعے تمام انسانوں سے بھی عدل کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔ وَلَا یَظْلِمُ رَبُّکَ اَحَدًا (سورۃ الکھف آیت 50) سورۃ یونس آیت 45 میں ایک وضاحت کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ النَّاسَ شَیْئًا وَلٰکِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ ظلم اور اثم وعُدوان کا انسداد چاہتا ہے جو حقوق العباد کے اتلاف کی بنیاد بنتے ہیں۔
غلط عقاید، بدعادات، شرانگیز نظریات اور مہلک رجحانات کی مذمت تو کی جاسکتی ہے لیکن گمراہ انسان کی انسانیت کو نہیں کوسا جاسکتا۔ یہ بھی سچ ہے کہ کوئی مجرم، ماں کے پیٹ سے مجرم بن کر دنیا میں نہیں آتا۔ اس معصوم بچے کو والدین، معاشرہ، اساتذہ، ہم مکتب، دوست احباب اور ماحول مجرم بنادیتے ہیں۔ جرم تو قابلِ نفرت ہے مگر مجرم نہیں۔ اُس کی اصطلاح کی کوشش کر کے اُسے جرم کی دلدل سے باہر نکالنا چاہیئے۔ قید وبند اور نظامِ عدالت اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔

نماز

نماز باجماعت کی ادائیگی کی فضیلت کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ مسجد میں نماز کیلئے آنے والے افراد کے مسائل کا ساتھ ساتھ فرسٹ ہینڈ علم ہوتا رہتا ہے اور متاثرین سے انفرادی اور اجتماعی ہمدردی اور تعاون کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ نماز کا روحانی پہلو بھی اُتنا ہی اہم ہے۔ قُربِ الٰہی، دعاؤں کی توفیق، تزکیۂ نفس، عابدانہ تذلُّل و انکسار کی کیفیت کے علاوہ نماز کی یہ خوبی بھی بیان کی گئی ہے کہ یہ عبادت فحشاء اور منکر سے بچاتی ہے۔ فحشاء اور منکر کے اہداف معاشرہ کے افراد ہی ہوتے ہیں۔ مثلاً ناجائز جنسی تعلق کی صورت میں خاوند، خاندان، والدین کے حقوق کی خلاف ورزی سرزد ہوتی ہے۔ جبر وتشدُّد کی صورت میں چادر اور چاردیواری کا تقدس بھی پامال ہوتا ہے نماز یقیناً حقوق العباد کے حصار کو زیادہ سے زیادہ مضبوط اور مستحکم کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور مقبول نماز لازماً فحشاء اور منکر سے بچا کر عبادت گزاروں کو عبادالرحمٰن بنادیتی ہے۔ اور معاشرہ کیلئے باعث رحمت!!

زکوٰۃ

اقامتِ صلوٰۃ کے ساتھ ساتھ، قرآن کریم میں باربار ادائیگی زکوٰۃ کی تلقین فرمائی گئی ہے سورۃ التوبہ کی آیت 60 میں محاصل زکوٰۃ کی تقسیم کے حوالے سے 8 مدات کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان مدّات کی ترتیب بھی پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ ان مدات پر نظر ڈالنے سے ہی حقوق العباد کا ایک نقشہ سامنے آجاتا ہے:
فقراء، مساکین، شعبۂ زکوٰۃ کے ملازمین، تالیفِ قلوب، قیدی اور اسیر، مقروض، فی سبیل اللہ، اور مسافر (ابن سبیل)

حج بیت اللہ

قرآن مجید کی چار سورتوں (البقرۃ، آل عمران، المائدہ، اور الحج) کی دس بارہ آیات میں اس عظیم سالانہ عبادت کا ذکر موجود ہے۔ ایک مقصد قِیٰمًا لِلنَّاس ہے۔ النّاس کے قیام سے ''لوگوں کا فائدہ'' مراد ہے، اہلِ مکہ، اہلِ حجاز اور دوسرے لوگوں کا فائدہ مراد ہے۔

فَلَارَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِی الْحَجِّ (سورۃ البقرۃ آیت 198) میں حقوق العباد کی بات کی گئی ہے۔ تعاونوا علی البرّ والتقویٰ وَلَاتعاونوا علی الاثم والعُدوان(سورۃ المائدۃ آیت3) میں حقوق العباد کے احترام کا سنہری اصول بیان کیا گیا ہے۔سورۃ الحج کی آیت 29 کا یہ حصہ حج کے موقع پر قربان کئے جانے والے جانوروں کے حوالے سے،وَاَطْعِمُوا البَآئِسَ الفقیر۔حقوق العباد سے متعلق ہے۔مندرجہ بالا اشارات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حقوق اللہ کا حقوق العباد سے گہرا تعلق ہے۔چولی دامن کے اس تعلق کو قطع نہیں کیا جاسکتا!

حقوق العباد اور رمضان المبارک

رمضان کے فرض روزوں کا بھی حقوق العباد سے خاص تعلق ہے بلکہ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ یہ تعلق دوسری عبادات کی نسبت زیادہ گہرا ہے۔یہی وجہ ہے ایک الگ ذیلی عنوان کے تحت اشارات پیش کئے جارہے ہیں۔''صوم'' کے معنے کھانے پینے اور جنسی تعلق سے رُکنے کے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر جائز لذّات سے کنارہ کشی، دراصل ایثار اور ضبطِ نفس کے ایک تربیتی پروگرام سے استفادہ کیلئے ہے۔بات چیت سے رُکنے کو بھی ''صوم'' کہتے ہیں۔روزے کی حالت میں گالی گلوچ سے بچنے بلکہ زبان کو ذکرِ الٰہی اور درود وسلام سے تر رکھنے کی تلقین کی جاتی ہے۔

روزے کا ظاہری نمایاں فیچر فجر سے غروبِ آفتاب تک بھوکا اور پیاسا رہنا ہے۔بھوک اور پیاس کے اس ذاتی تجربے سے دل میں غرباء ومساکین کی فاقہ کشی کا احساس پیدا ہوتا ہے اور لازماً نرمی اور حسنِ سلوک کی توفیق ملتی ہے۔روزے کے فقہی مسائل پر غور فرمایئے۔قدم قدم پر آپ کی توجہ حقوق العباد کی طرف منعطف ہوتی ہے۔بیماری اور سفر کی صعوبت سے بچنے کی شکل میں روزے کی توفیق شکر کا باعث ہے تو معذوری کی صورت میں ''فدیہ'' کی سہولت موجود ہے غرباء اور مساکین کی نگہداشت کا موقع مل جاتا ہے۔خدانخواستہ جان بوجھ کر روزہ توڑنے کی شکل میں کفّارہ کا مسئلہ ہے۔تسلسل سے 60 روزے رکھنے کا حکم ہے یا 60 مسکینوں کو کھانا کھلانے کی ہدایت ہے یا اتنے مساکین نہ ملنے کی صورت میں ایک مسکین کو 60 دن کا راشن مہیا کرنا یا اس کے حصول کیلئے قیمت فراہم کرنا بھی دراصل حقِ عباد کی ادائیگی ہی ہے۔اللہ کا شکر ہے کہ اس زمانے میں غلامی کا وجود معدوم ہونے کی وجہ سے ''غلاموں کی آزادی'' کی شق پر عمل درآمد موقوف ہو چکا ہے۔پھر رمضان میں صدقہ وخیرات کو پسندیدہ سمجھا گیا ہے۔حضرت نبی کریم ﷺ کی سنتِ مطہرہ اس کی مؤید ہے۔حضورؐ کے دستِ مبارک سے صدقہ وخیرات کے منظر کو''تیز آندھی'' سے تشبیہہ دی گئی ہے۔

چونکہ اس ماہ مبارک میں ہر نیک عمل کا اجروثواب ستر گنا بڑھ جاتا ہے اس لئے اکثر مسلمان زکوٰۃ رمضان المبارک میں ہی ادا کرنا پسند کرتے ہیں۔پھر فطرہ (فطرانہ) پر غور فرمایئے۔نمازِ عید کی ادائیگی سے پہلے پہلے،رمضان میں،اس کی ادائیگی بھی دراصل غرباء ومساکین کی مدد اور فلاح وفوز کیلئے ہے۔کامل روزہ تو تمام اعضاء اور جوارح کا روزہ ہے۔یعنی آنکھ،کان،زبان،ہاتھ،پاؤں وغیرہ کا روزہ۔انسان بدنظری،چغلی،غیبت،بدزبانی،فضول گوئی،لغو،لڑائی جھگڑے سے بچ جاتا ہے۔یہ گناہ افرادِ معاشرہ کے خلاف ہی سرزد ہوتے ہیں۔بالفاظِ دیگر یہ بھی حقوق العباد ہی کے شعبے ہیں۔اگرچہ ان افعال سے،فقہی زبان میں،روزہ نہیں ٹوٹتا مگر اس کی روح لازماً مجروح ہوتی ہے جس سے روزہ''مکروہ''ہوجاتا ہے۔پھر روزہ افطار کروانے پر بھی اجروثواب اور نزولِ برکات کا وعدہ ہے۔یہ تمام خصوصیات روزے کو ایک ایسی عبادت بنادیتی ہیں کہ جنت کا ایک خاص دروازہ''ریّان''(سیرابی کا دروازہ) روزہ داروں کیلئے مخصوص کیا گیا ہے۔

رمضان المبارک کے ایک اور پیغام کو بھی عظیم الشان عظمت حاصل ہے۔ہر روزہ،روزہ داروں کو باآوازِ بلند یہ پیغام دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے''اکلِ حلال'' (حلال کمائی سے تیار کیا جانے والا کھانا) سے رُکنے والو،''اکلِ حرام''(حرام کمائی کا کھانا) سے بچنے کی کوشش کرنا۔سورۃ البقرۃ کی آیات 184 تا 188 روزوں کے احکام پر مشتمل ہیں۔اگلی آیت میں درج ذیل حکم موجود ہے:

وَلَا تَاْكُلُوْآ اَمْوَالَكُم بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (البقرة: 189)

''اموال الناس'' کی حفاظت دراصل حقوق العباد کی حفاظت ہی ہے۔اس میں اہلِ ایمان کونصیحت کی گئی ہے کہ دوسروں کے اموال واملاک ہتھیانے کیلئے حکّام سے ملی بھگت نہ کرنا۔کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ لوگ بھائیوں بہنوں اوراعزہ وا قارب اور بزنس میں شریک، دوست احباب کے اموال چھیننے کیلئے مقدمات کے ذریعے کوشش کرتے ہیں۔اور کچھ نہ ہوتو اپنا اوراُن کا مال اسی عدالتی کارروائی میں وکلاءکولُوٹنے کی مدد دیتے ہیں۔بسااوقات ہمسائے بھی اس قسم کی بدنیّتی کی زَد میں آجاتے ہیں۔کئی دفعہ دوستوں سے،ان کے پلاٹوں کے بِک جانے اور دھوکہ دہی کے واقعات کی شکایات سُنی ہیں۔کیا رمضان کی فلاسفی سے آگاہ شخص، ایسی حرکت کا مرتکب ہوسکتا ہے؟

حُکّام یعنی اربابِ عدالت سے یاد آیا کہ کئی بار اس قسم کے متنازعہ معاملات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھی لائے جاتے تھے۔حضورؐ فریقین کے بیانات سُن کر فیصلہ فرمادیتے مگر ایک بار آپؐ نے یہ تنبیہہ فرمائی کہ بشریت کی وجہ سے اگر حضورؐ کسی کی چرب زبانی سے متاثر ہوکر فیصلہ اُس کے حق میں فرمادیتے ہیں تب بھی وہ شخص یادرکھے کہ وہ اپنے گھر میں آگ کا انگارا لے کر جاتا ہے۔

رسول مقبول ﷺ کے فیصلے کے مقابلے میں عام حاکم کے فیصلے کی کیا حیثیت ہے۔اس صورت میں تو ایسا شخص اپنے گھر ''ٹائم بم'' لے کر جاتا ہے۔جس کا وبال ٹل نہیں سکتا ہے۔بعض دفعہ بڑے بڑے امیر وکبیر اور دولت مند، اپنے اہل وعیال کے کینسر اوراس قسم کے امراض کیلئے یورپ امریکہ بغرضِ علاج آتے ہیں۔ایسی چیزیں پڑھ کر میرا ذہن، نہ جانے کیوں بار بار درج ذیل آیت کی طرف منتقل ہوتا رہا ہے اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِي بُطُوْنِهِمْ نَارًا (سورة النساء آیت 11) قبولیت دعا کی فلاسفی کا بھی ایک عجیب پہلو ہے۔اگر معدہ ناجائز کمائی کی غذا سے سیر ہے تو ایسے شخص کی دعا شرفِ قبول سے محروم رہتی ہے۔اس کے برعکس حلال رزق سے متمتع ہونے والے شخص کی دُعا، خواہ اس کے بال مظلومیت اور پریشانی کی وجہ سے بکھرے ہوئے ہی کیوں نہ ہوں، سنی جاتی ہے ع

اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید

میدانِ حشر کا ایک فکر انگیز منظر

قیامت، حیاتِ آخرت، حشر نشر، حساب کتاب، اور جنت ودوزخ کی تفصیل حق ہے اور یہ عقیدہ ارکانِ ایمان کا حصہ ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے حقوق یعنی حقوق اللہ میں کمی بیشی اور خامی وکجی کو معاف بھی کرسکتا ہے۔یہ اُس کی شانِ کریمی کی جلوہ گری ہے مگر حقوق العباد کی پامالی کی معافی کا اختیار صرف متاثرفرد یا افراد کے ہاتھوں میں ہے۔ بروزِ حشر مالک یوم الدین کی عدالتِ احتساب میں کسی پر ذرّہ بھر ظلم نہیں کیا جائے گا مگر ظلم کی دادرسی بھی عدل کا تقاضا ہے۔اسی تناظر میں حقوق العباد کو سامنے لایا جائے گا۔آخرت کے میزانِ عدل کے حوالے سے قرآن کریم میں ہمارے لئے راہ نما اصول موجود ہیں۔احادیث میں بھی خیال افروز بلیغ اشارے پائے جاتے ہیں۔ ترمذی کی ایک حدیث میں دوقسم کی بکریوں میں انصاف کا ذکر ملتا ہے۔سینگوں والی بکری(الشَّاةُ الْقَرنَآءِ)اور سینگوں کے بغیر بکری(الشَّاةُ الْجَلْحَاءُ) ۔ان بکریوں کے ظاہری معنے بھی مراد ہوں گے۔ترمذی جلد دوم صفحہ 73ان سے دوقسم کے انسان بھی مراد ہوسکتے ہیں۔دوسروں کے حقوق دبانے والے لوگ اوروہ جن کے حقوق آسانی سے تلف کردیئے جاتے ہیں۔اور بظاہر دنیا میں اُن کی تلافی نہیں ہوتی۔واللہُ اعلم۔

امام ترمذیؒ احوالِ قیامت کے تحت، حساب وقصاص کے باب میں کئی حدیثیں لائے ہیں۔حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ایک حدیث میں، میدانِ حشر کا ایک خوفناک سیناریو پیش کیا گیا ہے۔حدیث کا خلاصہ اپنے الفاظ میں پیشِ خدمت ہے:

حضرت نبی کریم ﷺ نے ایک مجلس میں اپنے صحابہؓ سے پوچھا کہ بتاؤ تو سہی کہ ''مفلس'' کسے کہتے ہیں۔صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہمارے خیال میں وہ شخص مفلس ہے جو درہم ودینار کی شکل میں مال اور گھر کی متاع نہ رکھتا ہو۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری اُمّت کا مفلس وہ شخص ہے کہ جو قیامت کے دن نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ اعمالِ صالحہ کے ساتھ حاضر ہوگا مگر اُس نے دُنیاوی زندگی میں کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون کیا ہوگا اور کسی کو تشدّد کا شکار بنایا ہوگا۔ان مظالم کے بدلے میں اُس کی نماز، روزہ، حج۔زکوٰۃ وغیرہ نیکیاں اُس سے لے کر، ان مظلوموں کو دے دی جائیں گی جو اُس کے مظالم کا ہدف بنے ہوں گے۔اس کے باقی ماندہ مظالم اور حقوق العباد کے اتلاف کی تلافی کیلئے مظلوموں کے گناہوں کا بوجھ اس شخص پر ڈال دیا جائے گا۔اس شخص کے اعمال صالحہ اور مظلوموں کے گناہوں کے اس خوفناک تبادلے کے بعد، حقوق العباد کو پامال کرنے والے کا انجام، حضرت نبی کریم ﷺ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ ثُمَّ طُرِحَ فِي النّار۔(پھر اُسے دوزخ میں جھونک دیا جائے گا)۔

(جامع الترمذی۔ جلد دوم صفحہ 73,72 ناشر اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دھلی، ایڈیشن 1983)

قیاس ہے کہ ایسا شخص خود بھی، یہی سوچ رکھتا ہوگا اور اُس کے اعزہ واقرباء اور دوست احباب، اُسے دنیا سے رخصت کرتے وقت یہی کہتے ہوں گے کہ مرحوم صوم وصلوٰۃ کا پابند تھا، زکوٰۃ وصدقات کی ادائیگی میں بھی پیش پیش تھا، عمرہ وحج کی سعادت سے بھی سرفراز ہوا تھا۔اُس کی نیکی اور تقویٰ کے ڈھول پیٹے جاتے ہوں گے۔مگر افسوس صد افسوس، حقوق العباد کی پامالی نے اُسے کہاں سے کہاں پہنچا دیا ع

مرے کام کچھ نہ آیا یہ کمالِ نَے نوازی

اللہ تعالیٰ تمام اہلِ ایمان کو حقوق العباد کے اتلاف سے محفوظ رکھے، آمین۔

چند اہم حقوق العباد کا تجزیاتی مطالعہ

والدین کے حقوق

اس فہرست کی ابتداء والدین کے حقوق سے کرنا چاہتا ہوں۔کلامِ الٰہی نے بھی اس حق کو خاص اہمیت دی ہے۔ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا کے حکم کو 4 مرتبہ دُہرایا ہے۔ (البقرة: 84، النساء آیت 37، الانعام آیت 152، اور بنی اسرائیل آیت 24) نیز وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ کے الفاظ 3 مرتبہ وارد ہوئے ہیں۔(العنکبوت آیت 9، لقمان آیت 14، الاحقاف آیت 16) ان کے علاوہ بعض اور آیات میں بھی دعا، شکرِ نعمت اور والدین کے مقام ومرتبہ کے حوالے سے ان کا ذکر آیا ہے۔حدیث میں بھی والدین کے بلند مقام کا ذکر محفوظ ہے۔ماں اور باپ کے حق کا اگر موازنہ کیا جائے تو ماں کا حق تین گنا بڑھ کر ہے اور والد کا رتبہ یہ ہے کہ بیٹے کیلئے باپ کے احسانات کا بدلہ چکانا عملاً ناممکن ہے۔صرف ایک امکان کا حدیث میں ذکر ملتا ہے اور وہ یہ ہے کہ باپ کو غلام بنا کر سر بازار بیچا جا رہا ہو اور بیٹا اُسے خرید کر آزاد کردے۔

(سُنن ابو داؤد۔ جلد سوم۔ باب في برّ الوالدین، صفحہ 439-440)

والدین کا ادب کرنا، اُن سے دھیمے لہجے میں بات کرنا، ان کی خدمت کو سعادت سمجھنا، خاص طور پر بڑھاپے میں ان کی ضروریات کا خیال رکھنا، محبت سے پیش آنا والدین کے حقوق میں شامل ہے۔والدین تو بجھتا ہوا چراغ اور گرنے والی دیوار ہوتے ہیں۔ان کا سایہء عاطفت تابہ کے؟ ان کی مفارقت کے بعد انہیں دعاؤں میں یاد رکھنا بھی ان کا حق ہے بلکہ مرحوم والدین کے دوست احباب سے بھی محبت ومروّت سے پیش آنے کی تلقین کی گئی ہے۔غرض والدین کے حقوق کے کئی پہلو ہیں۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے ایک حدیث میں والدین کا رمضان کے ساتھ ذکر فرمایا ہے کہ اگر کسی کو رمضان اور بوڑھے والدین زندگی میں ملیں اور وہ جنت حاصل کرنے

میں نا کام رہے تو پھر یہ بہت بڑی بدقسمتی کے مترادف ہوگا۔

مغربی معاشرے کے متعلق صحیح یا غلط طور پر مشہور ہے کہ اولاد، بڑھاپے میں والدین کو بوڑھوں کی نگہداشت کے مراکز میں پہنچا دیتی ہے۔ جہاں وہ اپنے بچوں کے منتظر رہتے ہیں۔ اُمہات یا آباء کے دن (Mothers Day وغیرہ)۔ تازہ گلدستوں کے ساتھ، گلشنِ انسانیت کے ان مرجھائے ہوئے پھولوں پر ایک نظر ڈال کر وہ پھر سال بھر کیلئے جدا ہو جاتے ہیں۔ اسلام میں والدین کا رشتہ بہت مقدس ہے۔ والدین سے حسنِ سلوک وہ آئینہء ایام ہے جس میں جوان اولاد اپنی اولاد کے سلوک کی جھلک دیکھ سکتی ہے!

ازواج کے حقوق

حقوق کے حوالے سے دوسرا اہم رشتہ ''ازواج'' کا ہے۔ انگریزی کا لفظ Spouses اس کا صحیح ترجمہ ہے۔ خاوند کیلئے بیوی اور بیوی کیلئے اس کا شوہر ''زوج'' ہے۔ شریعت نے دونوں کے حقوق کی تشریح کر دی ہے اور عمل کی تلقین بھی۔ حضرت نبی کریم ﷺ کا اسوۂ حسنہ عائلی زندگی میں قدم قدم پر راہ نمائی کیلئے موجود ہے۔ قرآن کریم نے میاں بیوی کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیا ہے۔ (البقرۃ:188) یہ ایک جامع اور پیاری تشبیہہ ہے۔ لباس کے فوائد و مقاصد میں اس تشبیہہ کا حسن پنہاں ہے۔ لباس موسم کی شدّت سے بچاؤ کرتا ہے، عیوب ڈھانپتا ہے۔ شخصیت کی زینت میں اضافہ کرتا ہے۔ اگر یہ ''لباس'' ازواج کو تحفظ فراہم کرنے سے قاصر ہے عیب چینی کا محرک ہے۔ زندگی کے سفر میں سردی گرمی اور اونچ نیچ تو آتی رہتی ہے۔ اگر شادی کا بندھن اس سرد و گرم میں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتا ہے تو سمجھ لیجئے کہ اس عمارت کی بنیاد میں کہیں کجی رہ گئی ہے۔ میاں بیوی کو دو سچے اور ہمدرد غمگسار دوستوں کی طرح ہونا چاہیئے۔ یہ مالک اور کنیز کا رشتہ نہیں۔ نہ ہی اجر اور مزدور کا معاملہ ہے۔ ''قوّام'' کا مطلب مطلق العنان ''باس'' نہیں بلکہ نان، نفقہ، چادر چاردیواری کی فراہمی کی ذمہ داری کی طرف اشارہ ہے۔ بعض خاوند نمک مرچ کے معاملہ میں حسّاس ہوتے ہیں۔ شاید روزے کی حالت میں ان کی یہ حِس مزید تیز ہو جاتی ہے۔ نمک کی کمی بیشی سے پاکستان میں بعض گھروں میں مار کٹائی بھی ہو جاتی ہے۔ فقہاء نے خواتینِ خانہ کو روزے کی حالت میں بھی نمک چکھ کر اندازے کی اجازت دی ہے۔ شریعت ہر قیمت پر رمضان میں امن اور خیر و برکت کا ماحول قائم رکھنا چاہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تمام اہلِ ایمان کو حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے تا عائلی زندگی کا تعلق دائمی رشتوں میں ڈھل کر عقبیٰ میں ازواجٌ مُّطہرہ (سورۃ آل عمران:16) کی شکل میں جلوہ گر ہو۔ آمین۔

اولاد کے حقوق

اولاد اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے۔ انبیاء نے بھی اس نعمت کی خواہش کی اور اس کے حصول کیلئے سوز و گداز سے دعائیں کیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت زکریا علیہ السلام کی اس کیفیت کا ذکر قرآن کریم میں محفوظ ہے۔ اسلامی تصور یہ ہے کہ اگر اولاد ہو تو صالح اور قرۃ العین ہو۔ شریعت تربیت کے نازک کام کیلئے والدین کو مکلّف کرتی ہے۔ بچہ چونکہ جسم، دل، دماغ، روح وغیرہ کا مجموعہ ہوتا ہے۔ اس کی بھرپور نشو ونما کا تقاضا ہے کہ اس کی جسمانی، ذہنی، روحانی اور اخلاقی استعدادوں کو پروان چڑھانے کیلئے مقدور بھر کوشش کی جائے تا بچے خاندان، دین، قوم اور معاشرے کیلئے مفید وجود ثابت ہو سکیں۔

ہر بچہ فطرت صحیحہ پر پیدا ہوتا ہے مگر والدین، ماحول، سکول، دوست ہجولی وغیرہ اس پر اثر انداز ہو کر اس کی سوچ بدل دیتے ہیں۔ فطرتِ صحیحہ کا اس طرح مسخ ہو جانا بہت بڑا المیہ ہے جو بچہ بالغ ہو کر خدانخواستہ خدا اور رسولؐ کی محبت اور اطاعت سے محروم رہتا ہے وہ والدین کیلئے بھی قُرۃ العین ثابت نہیں ہوتا۔ اگرچہ قرآنی آیت، لَاتَـقْتُلُـوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِنْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ (سورۃ بنی اسرائیل آیت 32) میں ''افلاس کے خوف'' کے حوالے سے قتلِ اولاد کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ اخلاقی اور روحانی افلاس بھی ہو سکتا ہے۔ اس مضمون کے لکھتے وقت پاکستان کے ایک چینل پر یہ خبر آرہی تھی کہ ایک سنگدل باپ نے اپنی تین لڑکیوں کو اس لئے قتل

کردیا کہ وہ اُن کے ''جہیز'' کے بارے میں فکرمند تھا۔معاشرے کی اقتصادی ناہمواری، سیرتِ مصطفیٰؐ کے برعکس جہیز کا ہندوانہ تصور، اور طبقۂ اُمراء کی غرباء ومساکین کے حقوق نظرانداز کرنے کی عِلّت نے اس روحانی اور اخلاقی افلاس کو جنم دیا ہے۔ غالباً اسی چینل پر عیدالاضحیہ کے دنوں ایک صاحب بتا رہے تھے کہ وہ ہر سال ایک کروڑ روپے کے جانوروں کی قربانی کرتے ہیں۔ دو چار جانور قربان کرنے سے بھی یہ فریضہ ادا ہوسکتا ہے۔ باقی لاکھوں روپے وہ شخص مستحق خاندانوں کی بچیوں اور بیٹیوں کے ہاتھ پیلے کرنے کیلئے کیوں نہیں دے سکتا؟ ایسا درد دل پیدا کرنا بھی تربیت کا حصہ ہے۔ بچوں کے حقوق میں ان کی صحت، تعلیم، اخلاقی تربیت، سب کچھ شامل ہے۔ ان کیلئے دعائیں کرنا، ان سے محبت کرنا، خوش اخلاقی کا نمونہ بنانا، ان میں خود اعتمادی پیدا کرنا یہ سب اس پروگرام کا حصہ ہیں۔ ''قتلِ اولاد'' کے سلسلے میں یہ بات بھی نوٹ کرلیجئے کہ جدید ایجادات اور ذرائع ابلاغ (ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ، یوٹیوب، وغیرہ) نہ اچھے ہیں نہ ہی بُرے۔ ہاں اُن کا استعمال اچھا یا برا ہوسکتا ہے۔ والدین کا فرض ہے کہ وہ نظر رکھیں کہ کہیں یہ جدید آسائشیں انجام کار مقتل ثابت نہ ہوں۔

اعزّہ واقارب کے حقوق

معاشرے میں خاندان کی مثال کسی باغ میں درخت کی سی ہے۔ اس کی شاخیں رشتہ دار ہیں۔ پھل پھول اپنے بچے اور اعزہ واقرباء کی اولاد ہیں۔ اسی وجہ سے غالباً ''شجرۂ نسب'' کی اصطلاح معرضِ وجود میں آئی ہے۔ شاخوں کی اپنی اہمیت ہے شاخوں کے بغیر درخت ٹنڈ منڈ نظر آتا ہے۔ اور انجام کے لحاظ سے عمارتی لکڑی یا ایندھن کے کام آتا ہے۔ اسلام رشتوں کو مضبوط اور مستحکم کرنے اور اعزہ واقرباء سے حُسنِ سلوک کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ دور اور نزدیک، سب رشتہ داروں سے مروّت سے پیش آنا چاہیئے۔ صلبی اور قریبی، سب رشتوں کا اپنا مقام ومرتبہ ہے حضرت نبی کریم ﷺ نے رضاعی والدہ، بہن اور باپ سے احترام ومحبت کا اظہار فرمایا۔ اسلام سے وابستگی کا رشتہ، خونی رشتوں کو مزید مستحکم کردیتا ہے۔ مگر حضور ﷺ نے دنیاوی امور میں کافر رشتہ داروں سے بھی مروت سے پیش آنے کی نصیحت فرمائی۔ حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ نے حضورؐ سے پوچھا کہ اُن کی مشرکہ والدہ اُنہیں ملنے مدینہ آرہی ہیں۔ ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ حضرت نبی کریم ﷺ نے اسماءؓ کو اپنی والدہ سے حسنِ سلوک کی تلقین فرمائی۔

کسی صحابی سے کوئی بڑا گناہ سرزد ہوگیا۔ وہ اس کی سزا، کفارہ یا معافی تلافی کی صورت معلوم کرنے کیلئے جناب رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؐ نے استفسار فرمایا والدہ حیات ہے؟ نفی میں جواب سُن کر حضور نے پوچھا خالہ زندہ ہیں؟ صحابی نے عرض کیا کہ خالہ زندہ ہے۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ جاؤ خالہ کی خدمت کرو۔ اسلام نے صلہ رحمی کو غیر معمولی اہمیت دی ہے اور قطع رحمی کی شدید مذمّت کی ہے۔ جو شخص روزوں کا اہتمام تو کرتا ہے مگر بدقسمتی سے قطع رحمی کا مرتکب ہورہا ہے، وہ صیامِ رمضان کی رُوح سمجھنے میں ناکام رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض لوگوں کا روزہ خدا کی نگاہ میں صرف بھوک اور پیاس کا مجموعہ ہوتا ہے!

ہمسایوں کے حقوق

اسلام نے ہمسائے کو عزت وتکریم کے خاص مقام ومرتبہ سے نوازا ہے۔ ہمسائے کے حق کیلئے ''حق الجار'' کی اصطلاح موجود ہے۔ اور اس سے حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت نبی کریم ﷺ کا یہ تاثر بھی حدیث میں ملتا ہے کہ جب جبریل امین نے ہمسایہ سے بہتر سلوک کرنے کی بار بار تاکید کی تو حضورؐ کو خیال گزرا کہ ہمسایہ کو بھی وراثت میں شامل کردیا جائے گا۔

(صحیح بخاری کتاب الادب، ابو داؤد باب فی حق الجوار)

حضور ﷺ نے ہمسایہ سے حسنِ سلوک کو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان سے وابستہ فرمایا۔ بالفاظِ دیگر ایصالِ خیر کی یہ کیفیت گویا اس ایمانی حالت کا ثبوت ہے۔ حضرت

عائشہؓ سے مروی ایک حدیث کے مطابق قریب ترین ہمسایہ وہ ہے جس کا دروازہ کسی کے گھر کے دروازے کے قریب ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ گلی میں رہنے والے بلکہ اہلِ محلّہ بھی ہمسائے ہی ہیں۔ ہمسایہ سے حسنِ سلوک اور ایصالِ خیر کی اہمیت ایک اور حدیث سے بھی واضح ہوتی ہے۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز سب سے پہلے مدعی اور مدعا علیہ دو پڑوسی ہوں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی ہمسایہ سے بدسلوکی اور زیادتی کی ہوگی تو اس کی شکایت سب سے پہلے سُنی جائے گی۔

(احمد ، بحوالہ میدانِ حشر مصنفہ مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری، ناشر اسلامک بک سروس دھلی، ایڈیشن 2006صفحہ 109)

غریبوں، مسکینوں اور محتاجوں کے حقوق

رمضان کے حوالے سے کئی سیرت نگاروں نے حدیث سے حضرت نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے اس پہلو کا حوالہ دیا ہے:

(صحیح بخاری، جلد اول، کتاب الصوم۔ صفحہ785ناشر جھانگیر بکڈپو، لاھور)

یعنی سخاوت میں آپؐ کا دستِ مبارک تیز آندھی کی طرح حرکت میں رہتا۔ غریبوں، مسکینوں، محتاجوں اور ضرورتمندوں کی مدد فرماتے رہتے۔ حضورؐ نے نماز، روزہ، عمرہ، حج سب عبادات کا اہتمام فرمایا۔ مگر زکوٰۃ کبھی نہیں دی۔ اس کی وجہ صاف ظاہر ہے حضورؐ کبھی ''صاحبِ نصاب'' ہوئے ہی نہیں کہ زکوٰۃ واجب ہوتی۔ جو آتا ساتھ ساتھ خرچ فرماتے رہے۔ ایک بار فرمایا کہ اگر اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا حضورؐ کی ملکیت میں آئے تو وہ بھی ایک دو روز میں محتاجوں میں تقسیم کر دیں۔ یہ واقعہ بھی بہت مشہور ہے۔ حضورؐ ایک مرتبہ صدقہ وخیرات کا مال تقسیم فرما رہے تھے۔ ایک درہم یا کوئی سکّہ دستِ مبارک سے گر کر نظر سے اوجھل ہو گیا۔ اتنے میں اذان کی آواز بلند ہوئی۔ حضورؐ اذان سننے کے بعد سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر مسجد تشریف لے جاتے تھے۔ چنانچہ نماز کیلئے تشریف لے گئے۔ لیکن نماز کے معاً بعد بے چینی کی کیفیت میں سیدھے اُسی کمرے میں پہنچے اور اس گم شدہ درہم کو تلاش کیا اور اُسے ڈھونڈ نکالا اور اُسے کسی محتاج مسکین کو دے کر تسلی ہوئی۔ ہمارے پیارے آقا ﷺ کا یہ پاک نمونہ ہمارے سامنے ہے۔ روزہ داروں کو ایصالِ خیر کی یہ روح ہمیشہ پیش نظر رکھنی چاہیئے۔ اگر کوئی شخص غریبوں، محتاجوں اور ضرورت مندوں کی مدد نہ کر سکتا ہو تو کم از کم اُسے دوسرے انسانوں کی حق تلفی سے بچنا چاہیئے۔ ہاں یاد آیا کہ کئی بار لوگ قدرتی آفات اور حوادث کا شکار ہو جاتے ہیں۔ زلزلے، سونامی، سیلاب، خشک سالی، قحط وغیرہ۔ متاثرین کی مدد، بڑے اجر وثواب کا کام ہے۔ کئی ادارے اس قسم کے کاموں میں تعاون کیلئے موجود ہیں۔ جماعتی تنظیم ''ہیومینٹی فرسٹ'' کو دُنیا بھر میں بے لوث خدمات سرانجام دینے کی توفیق مل رہی ہے۔

قیدیوں اور اسیروں کے حقوق

شریعتِ اسلام نے قیدیوں سے بھی حسن سلوک کی تاکید کی ہے۔ نزول قرآن کے زمانے میں اول تو قیدیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا تھا یا غلام بنا کر بیچ دیا جاتا تھا۔ اگر اسیر کے طور پر رکھنا پڑ جاتا تو اُس قیدی کے رشتہ داروں کو اس کے کھانے پینے کے اخراجات کا بوجھ اٹھانا پڑتا تھا یا اُسے خود محنت مزدوری یا کام کاج کر کے اس کا انتظام کرنا پڑتا تھا۔ جنگِ بدر کے قیدی آنے پر حضور ﷺ نے اُنہیں صحابہ میں تقسیم کر دیا اور اُن سے بہتر سلوک کی تلقین فرمائی۔ صحابہ کرام خود تو کھجوروں پر گزارا کر لیتے مگر قیدیوں کو روٹی، سالن زیتون پنیر وغیرہ مہیا کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ اس حسن سلوک نے قیدیوں کے دلوں میں ایک تغیر پیدا کیا اور ان میں سے بہت سے آزادی کے بعد واپس آئے اور دامنِ اسلام سے وابستہ ہو گئے۔

قرآن مجید کی سورۃ الدھر (جس کا دوسرا نام سورۃ الانسان ہے) کی آیت 9 میں قیدیوں کو کھانا کھلانا اہلِ ایمان کی ایک علامت کے طور پر بیان ہوا ہے۔ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت کی خاطر یہ نیک دل لوگ مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ قرآن مجید کے سب

احکام ہی قابلِ عمل ہیں۔مسکینوں اور یتیموں کے برعکس کھانا کھلانے کیلئے ''قیدیوں'' تک رسائی مشکل ہے۔ پاکستان ہندوستان اور افریقی ممالک میں حکام سے رابطہ کر کے اس خدمت کا موقع مل سکتا ہے مگر یورپ، کینیڈا، امریکہ وغیرہ میں قیدیوں کی سیکیورٹی اور دیگر قواعد وضوابط کے پیش نظر اس کا امکان نہیں۔
کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی پاک وجود کے نیک نمونے سے آپ کو خلافِ توقع کوئی نیکی کرنے کی توفیق مل جاتی ہے۔حضرت اُمّ المؤمنین سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کے ایک سیرت نگار نے لکھا ہے کہ 1916 میں جب سیّدہ موصوفہؓ پٹیالہ تشریف لے کر گئیں تو وہاں آپ نے حضرت اقدسؑ کے ایک صحابی، محترم بزرگوار م ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب کی وساطت سے کھانا تیار کروا کر قیدیوں کو بھجوایا۔

(سیرت حضرت سیّدہ نصرت جهاں بیگم صاحبه، مرتبه شیخ محمود احمد صاحب عرفانی صفحه 276-277)

یہ سیرالیون میں میرے قیام کا واقعہ ہے' ایک مرتبہ چار پانچ قیدی مقامی جیل سے ایک سپاہی کی نگرانی میں Kenema میں ہمارے احمدیہ سکول بھیجے گئے۔ان دنوں میں خاکسار اس سکول کا پرنسپل تھا۔وہاں رواج ہے کہ قیدیوں کو تعلیمی اداروں میں گھاس کاٹنے، سکول فارم پر کام یا صفائی کرنے کیلئے بھجوایا جاتا ہے۔معاوضے کے طور پر تعلیمی ادارے قیدیوں کے کھانے پینے کا انتظام کرتے ہیں۔اگرچہ یہ ایک لحاظ سے مزدوری کا معاوضہ تھا لیکن میں نے خود قیدیوں کے ہاتھ دھلوائے۔کھانا کھلایا۔قیدیوں سے انکسار اور محبت کے ساتھ باتیں کیں۔اُنہیں نشہ آور اشیاء اور جرائم کی دُنیا سے دُور رہنے کی نصیحت کی۔ان قیدیوں میں سے ایک کے جسم پر خراب زخم بھی تھے۔میں نے حصولِ ثواب کیلئے وہ زخم صاف کئے اور ان کی مرہم پٹی کی۔مندرجہ بالا آیتِ قرآنی اور حضرت ام المؤمنینؓ کی سیرت کا واقعہ اس کا محرک بن گیا۔اُس دن مجھے جو سکینت ملی، وہ پھر عبادت اور ریاضت میں کبھی میسر نہ آسکی۔اس کے چند دن بعد میں نے جیل کے افسر سے قیدیوں کیلئے کھانا بھجوانے کی تحریری اجازت طلب کی۔یہ اجازت ملنے پر کھانا تیار کروا کر قیدیوں کی ضیافت کے لئے جیل بھجوایا۔
مغربی ممالک میں آباد احمدیوں کو شاید یہاں قیدیوں کو اس طرح کھانا کھلانے کا موقع نہ مل سکے۔وہ سیرالیون، غانا، نائیجیریا وغیرہ افریقی ممالک میں جماعت احمدیہ کے امراء یا مشنری انچارج صاحبان کو لندن کے مرکزی دفتر کی وساطت سے، اس مقصد کیلئے عطیہ بھجوا کر، اس آیتِ کریمہ پر عمل کر سکتے ہیں۔
قیدیوں کے اور بھی حقوق ہیں۔جن کا حکام سے تعلق ہے، مثلاً قیدیوں پر ناجائز سختی نہ کی جائے۔اُن سے اُن کی ہمت سے بڑھ کر مشقت نہ لی جائے۔افسران اُن کے مقدموں کو طول نہ دیں اور انصاف دلانے میں روک نہ بنیں۔تعلیم وتربیت کے مواقع دے کر ان کی اصلاح کی کوشش کی جائے تا قید کاٹنے کے بعد وہ معاشرے کا مفید وجود بن سکیں۔قیدیوں کی ایک اور قسم بھی ہے۔ان قیدیوں کو ہم ''اسیرانِ راہِ مولیٰ'' کہتے ہیں۔ان کے جرائم کی نوعیت مختلف ہے۔چوری، چکاری، ڈاکہ، قتل وغیرہ جرائم نہیں بلکہ نماز پڑھنا، کلمہ طیبہ کا بیج لگانا، السلام علیکم کہنا یا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنا، یا کسی اور طرح سے ''اسلامی شعار'' پر عمل کرنا۔ان کی فردِ جرم میں شامل ہے۔سنتِ یوسفیؑ زندہ رکھنے والے اِن بے قصور قیدیوں کیلئے دعا کرنا، ان کے حقوق میں سرِفہرست ہے۔

حقوق العباد کے بعض اور شعبے

حقوق العباد کے اور بھی کئی شعبے ہیں مگر ان سب کے ذکر سے مضمون بہت طویل ہو جائے گا حقوق الناس کے حوالے سے اسلام تو اتنا حساس مذہب ہے کہ عبادت گزاروں کے حقوق بھی مُتعین کرتا ہے۔رمضان المبارک میں مساجد میں نمازیوں کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہو جاتا ہے اور آخری عشرہ میں یہ تعداد اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ بلکہ اعتکاف بیٹھنے والے بھی مساجد میں خیمہ زن ہو جاتے ہیں۔یاد رہے کہ ان حقوق کی ادائیگی کیلئے مساجد میں آنے والے نمازیوں کو مکلّف کیا جارہا ہے۔
اس قسم کے کاموں سے منع کیا گیا ہے جن سے نمازیوں کو تکلیف پہنچ سکتی ہے مثلاً نمازیوں سے کندھوں سے پھلانگ کر اپنے لئے جگہ بنانا، نمازیوں کے سامنے بالکل قریب' یعنی سجدہ گاہ کے قریب سے گزرنا، شور شرابہ کرنا، حتّٰی کہ نماز میں مصروف شخص کے قریب بآوازِ بلند تلاوت کرنا بھی منع ہے تا اُس کی نماز میں خلل نہ پڑے۔مسجد میں صاف ستھرا لباس پہن کر آنے اور خوشبو لگانے کا حکم ہے اور اس کے برعکس اُن کچی سبزیوں پیاز، لہسن، مولی وغیرہ کے استعمال کی ممانعت ہے جو بدبو کا باعث بن سکتی ہوں۔

میں تو یہ عرض کرنے کی بھی اجازت چاہوں گا کہ اسلام تو ایسا پاک مذہب ہے کہ بقیدِ حیات لوگوں کے حقوق اپنی جگہ، دینِ حق نے وفات پا جانے والوں کے حقوق بھی متعین کیئے ہیں۔ مردہ کو غسل دینا جس کی ابتداء وضو کے عمل سے کی جاتی ہے۔ کفن دینا، مرد کو تین، عورت کو پانچ کپڑوں میں، موت میں بھی عورت کو زینت اور حجاب کی وجہ سے مرد پر فوقیت دی گئی ہے۔ اس کے بعد نمازِ جنازہ میں مغفرت کیلئے دعا پھر تدفین، اور تدفین کے بعد پھر اجتماعی دعا۔ اس کے بعد لواحقین سے تعزیت اور بعد میں بھی حسبِ توفیق مرحومین کی بلندیٔ درجات کیلئے دعائیں۔ زیارتِ قبور بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ کسی بھی شخص کی دُنیا سے دائمی مفارقت، ایک انسانی سانحہ بھی ہے۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے ایسے واقعات کو اسی نظر سے دیکھا ہے۔ سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک یہودی کا جنازہ گزرنے پر جنابِ رسالت مآب ﷺ کھڑے ہوگئے۔ یہ بھی کرّمنا بنی آدم (سورۃ بنی اسرائیل 71) کی ایک نورانی تجلّی تھی اور عظمتِ انسانیت کے حوالے سے لطف و کرم کا ایک جلوہ!

حقوق العباد کی ابتداء اور معراج

حقوقِ انسانی کے ضمن میں اکثر میگنا کارٹا (Magna Carta)، فرانس کے دستور، امریکی آئین (خصوصاً ''بل آف رائٹس'') اور اقوامِ متحدہ کے حقوق انسانی کے چارٹر کا ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ ظہورِ اسلام سے صدیوں بعد کی باتیں ہیں۔ حقوقِ انسانی کی تکریم و تحفظ کا اصل کریڈٹ اسلام کو جاتا ہے۔ میگنا کارٹا 1215 میں لکھا گیا۔ اشرافیہ (جاگیرداروں اور نوابوں) نے برطانوی بادشاہ جان (John) سے لڑ جھگڑ کر اپنے لئے مراعات حاصل کیں۔ میگنا کارٹا کی 63 شقوں کا مطالعہ کر کے دیکھ لیجئے اس میں کہیں بھی کسانوں، مزدوروں اور عوام الناس کے حقوق کی بات نہیں کی گئی۔ ایک شق میں چرچ یعنی کلیسا کے عمائدین کو شاہی مداخلت سے نجات دلائی گئی۔ ہاں اتنا ضرور کیا گیا کہ بادشاہ کو قانون کا پابند بنایا گیا۔ اس دُور رَس تبدیلی نے آنے والی صدیوں میں جمہوریت کی راہ ہموار کر دی۔

انقلاب فرانس کی کہانی بھی زیادہ خوش آئند نہیں۔ میگنا کارٹا کے معرضِ وجود میں آنے کے بعد 574 سال بعد، انقلاب فرانس کی شروعات ہوئی۔ 1791 میں نیا آئین لکھا گیا۔ فرانس میں بادشاہت کا خاتمہ کر کے جمہوری دور کا آغاز ہوا۔ ابتداء میں عوام کو تلوار اور گلوٹین کی دھار کے علاوہ کچھ نہیں ملا۔ ہزاروں فرانسیسی شہری قتل کر دیئے گئے۔ اس دور کو فرانسیسی تاریخ کا Reign of Terror کہہ کر یاد کیا جاتا ہے۔ اس کے تقریباً ایک صدی بعد نیا آئین لکھا گیا جس میں حقوق انسانی کا بھی خیال رکھا گیا۔ بے گناہوں کے خون سے آج بھی یہ آواز آتی ہے

کی مرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے توبہ　　　　ہائے اُس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

امریکی آئین کو بھی حقوق انسانی کا ایک اہم ڈاکومنٹ قرار دیا جاتا ہے۔ اس پر 17 ستمبر 1787 کو دستخط کئے گئے۔ اس میں آج تک 27 ترمیمات کی جا چکی ہیں۔ پہلی 10 ترمیمیں انتہائی اہم ہیں۔ انہیں ''بل آف رائٹس'' کہتے ہیں۔ ان میں حقوق انسانی کی بات کی گئی ہے۔ اقوامِ متحدہ کے 1948 کے چارٹر کا ذکر مضمون کی ابتداء میں ہو چکا ہے۔ میں مکرّر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مندرجہ بالا تمام ڈاکومنٹ، ظہورِ اسلام کے بہت بعد کی باتیں ہیں۔ ان میں میگنا کارٹا سب سے زیادہ پرانا ہے۔ اس سے تقریباً 600 سال قبل میثاقِ مدینہ تحریر کیا جا چکا تھا۔ اس میں ریاست مدینہ کے تمام شہریوں کو برابر کے حقوق دیئے گئے۔ اس میثاق میں یہود کو مکمل مذہبی آزادی اور دیگر حقوق دیئے گئے۔ کچھ عرصہ بعد نجران کے عیسائیوں سے بھی ایسی ہی مفاہمت کی گئی۔ نزولِ قرآن کے دوران (610 تا 632) بار بار حقوق العباد کی بات دہرائی گئی ہے۔ حضرت نبی کریم ﷺ کا اسوۂ حسنہ ان حقوق کے تحفظ کی مجسم تصویر ہے۔ 632 میں، حضور ﷺ نے اپنی وفات سے صرف 3 مہینے قبل، حجۃ الوداع کے موقع پر جو خطبہ ارشاد فرمایا، اسے حقوق انسانی کی معراج قرار دیا جاتا ہے۔ قرآن کریم، سیرتِ طیبہ، میثاقِ مدینہ، اور خطبہ حجۃ الوداع، حقوق العباد کی شاہراہ کے روشن سنگ ہائے میل ہیں۔ اس اہم موضوع پر ایک الگ مقالے میں روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس نالائق و نااہل کو اس خدمت کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

یاد رہے کہ روزہ کوئی عام عبادت نہیں۔ اور نہ ہی کسی رسم کی ادائیگی ہے بلکہ یہ ایک مقدس فریضہ ہے جس کی ایک گہری فلاسفی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ توفیق دے تو اس سے وابستہ حکمتوں پر غور وتدبّر کرتے ہوئے اُن سے استفادہ کی صورت میں، محبت الٰہی کے ساتھ ساتھ انسان سے بھی محبت وشفقت اور حسن سلوک کی توفیق ملتی ہے۔ یہ بھی سچ ہے کہ حقوق العباد کے احترام سے اہلِ ایمان کو بہتر رنگ میں حقوق اللہ ادا کرنے کی توفیق ملتی ہے، بلکہ دونوں قسم کے حقوق تکمیلِ مقاصد کیلئے ایک دوسرے کیلئے مد ومعاون ثابت ہوتے ہیں۔ اس کی کلید بھی اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر ایمان ویقین ہی ہے۔

آخر میں حصولِ برکت کیلئے، حقوق اللہ اور حقوق العباد کے حوالے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اقتباس پیشِ خدمت ہے:

’’غرض یہ دو خبیث مرضیں ہیں جن سے بچنے کیلئے سچے مذہب کی پیروی کی ضرورت ہے۔ یعنی اول یہ فرض ہے کہ خدا کو واحد ولاشریک اور متصف بہ تمام صفاتِ کاملہ اور قدرت تامہ قبول نہ کر کے اس کے حقوق واجبہ سے مُنہ پھیر لینا اور ایک نمک حرام انسان کی طرح اس کے فیوض سے انکار کرنا۔ جو جان اور بدن کے ذرّہ ذرّہ میں شامل ہے۔ دوسرے یہ کہ بنی نوع انسان کے حقوق کی بجا آوری میں کوتاہی کرنا اور ہر ایک شخص جو اپنے مذہب اور قوم سے الگ ہو یا اُس کا مخالف ہو اس کی ایذاء کیلئے ایک زہریلے سانپ کی طرح بن جانا اور تمام انسانی حقوق کو یک دفعہ تلف کر دینا۔ ایسے انسان درحقیقت مردہ ہیں اور زندہ خدا سے بے خبر۔ زندہ ایمان لانا ہرگز ممکن نہیں جب تک انسان زندہ خدا کی تجلیات اور آیاتِ عظیمہ سے فیضیاب نہ ہو۔‘‘

(براھینِ احمدیہ حصہ پنجم۔ روحانی خزائن جلد21صفحہ30)

جود وسخا کے سارے خزانے کھلے ہوئے

امۃ الباری ناصر

بندے کلامِ پاک پر ہر دم جھکے ہوئے ۔۔۔ وردِ درود میں ہیں مسلسل لگے ہوئے

ماہِ صیام لایا جو گنتی کے چند دن ۔۔۔ یوں اُڑ رہے ہیں گویا کہ پر ہوں لگے ہوئے

نیچے کے آسماں پہ ہے سائل کا منتظر ۔۔۔ جود و سخا کے سارے خزانے کھلے ہوئے

ہوں ہم بھی باریاب کہ موسم ہے وصل کا ۔۔۔ بخشش کے در ہیں فضل و کرم سے کھلے ہوئے

مالک ہے در پہ عادی بھکارن کھڑی ہوئی ۔۔۔ آنکھوں میں اشک دل میں ندامت لئے ہوئے

رمضان ایسے حال میں ہم سے وداع ہو ۔۔۔ آغوش میں ہو رحمتِ باری لئے ہوئے

بین المذاہب کانفرنس اور فریضہء تبلیغ

محمد ظفر اللہ ہنجرا، مربی سلسلہ ساؤتھ ریجن امریکہ

فریضہء تبلیغ کے متعلق اس سے پہلے بھی روشنی ڈال چکا ہوں لیکن یہ مضمون اتنا اہم ہے اور اس کے ساتھ اس میں سستی ہونا بھی ظاہر و باہر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس فریضہ کی ادائیگی میں اپنی تڑپ کا بارہا ذکر کیا لیکن آج میں صرف قرآن کریم کی روشنی میں چند پہلوؤں کی طرف توجہ دلاؤں گا۔

قرآن کریم میں سورۃ آل عمران آیت نمبر 82 میں نبیوں اور اس کی جماعتوں سے ایک عہد لئے جانے کا ذکر ہے کہ جب بھی کوئی مصدق رسول آئے تو اے اہلِ کتاب تم پر اس نبی پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا لازم ہے۔

اور اس کو تاکید کے رنگ میں بیان کیا گیا۔ یہ آیت کریمہ جہاں ہم اس کو آنحضرت ﷺ کے بعد امکانِ نبوت کے طور پر پیش کرتے ہیں وہاں یہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات بھی ثابت کرتی ہے۔ اگر وہ زندہ موجود ہیں تو پھر ان کو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں جب صحابہ جانوں کی قربانیاں دے رہے تھے وہ کیوں نہ اُتر کر اس عہد کی تکمیل کرتے اور آنحضرت ﷺ کی مدد کرتے لیکن وہ چونکہ وفات پا چکے تھے اس لئے نہیں کر سکے۔

سورۃ آل عمران آیت 188 میں اہلِ کتاب سے یہ عہد لیا گیا کہ تم اس پیغام کو لوگوں کے سامنے بیان کرو گے اور مصائب اور ابتلاؤں میں قدم آگے رکھو گے اور اس کو چھپاؤ گے نہیں۔ اب پیغام خداوندی پر ایمان لانا اور اس کیلئے رسولوں کی نصرت کرنا تاکیداً ارشاد فرمایا گیا انبیاء کی مدد اموال، اوقات، اولاد اور عزتوں کو خدا کی راہ میں پیش کرنے سے ہے اور اس کا مطالبہ ہر مومن سے کیا جارہا ہے جن کو شریعتِ خداوندی دی گئی۔ اور آج کے حالات کے مطابق اسلام کی خوبصورت تصویر جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پیش کی اس کو دنیا کے سامنے پیش کرنا اس کیلئے ان قربانیوں میں ہمیں شامل ہونا پڑے گا تب ہم عہدوں کے پورا کرنے والے بنیں گے۔ اور عہدوں کی پاسداری کی تاکید قرآن نے کی اور آنحضرت ﷺ نے اپنی زندگی میں عملی طور پر کر کے دکھائی۔ ان عہدوں کی تکمیل میں آنحضرت ﷺ نے عملی طور پر وہ رنگ بھرے کہ عرش کے خدا نے بھی آپ کی تعریف کی۔ قرآن کریم میں بعض اوقات آنحضرت ﷺ کو مخاطب کیا گیا مگر وہ پیغام مومنین کیلئے ہے۔

ہمارا محبوب رسول تو دل میں ایک عجیب درد رکھتا تھا قوم کے غم میں گھل رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ○

(سورۃ الشعراء:5)

کیا تو اپنی جان کو اس لئے ہلاک کردے گا کہ وہ مومن نہیں ہوتے۔

قریب ہے کہ ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال دے گا۔ ایک درد تھا ایک غم تھا جو ہر وقت دل کو کھائے جارہا تھا کہ یہ لوگ کیوں ایمان

نہیں لا رہے لیکن آیات میں جو خطاب ہے وہ آنحضرت ﷺ کی طرف ہے لیکن آج ہر مومن کا فرض ہے وہ درد اور غم کی یہ کیفیت اپنے اندر پیدا کرے۔

يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ
رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ
رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ○

(المائدہ:68)

اے رسول! اچھی طرح پہنچا دے جو تیرے ربّ کی طرف سے تیری طرف اتارا گیا ہے۔ اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو
گویا تو نے اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا۔ اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔ یقیناً اللہ کافر قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

جو خدا کی طرف سے اتارا گیا اس کو لوگوں تک پہنچائیں یہ آسان کام نہیں مشکلات کے پہاڑ ہیں لیکن خدا مدد کرے گا۔ اسلام کا خوبصورت چہرہ مسخ کر کے پیش کیا جا رہا ہے لیکن سچے مومنوں سے توقع ہے کہ اس کو اصل شکل میں پیش کریں۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ
وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ

(النحل:126)

اپنے ربّ کے راستہ کی طرف حکمت کے ساتھ اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دے۔

لوگوں کو اپنے ربّ کی طرف بلائیں۔ اس میں جہاں تبلیغ کی اہمیت بیان کی گئی ہے وہاں ربّ کہہ کر خدا کے فضلوں اور احسانات کا شکر بھی لازم ہے۔ اور ان کا اظہار تبلیغ کے رنگ میں ڈھلنے کی تاکید کی جا رہی ہے۔ خدا کے شکر گزار بندے بنو۔ اور اس کا اظہار کیا کرو تو اس رنگ میں کہ مزید شکر گزار بندے بناؤ موثر تبلیغ کیلئے اپنے ربّ کی ربوبیت اور عملی رنگ میں ڈھلنا بھی ایک موثر ہتھیار ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کو اس رنگ میں بیان فرمایا

ہوا میں تیرے فضلوں کا منادی　　　فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

پھر اسکے ساتھ ایک اور حکم قرآن کریم میں موجود ہے:

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ○

(الشعراء:215)

اور اپنے اہلِ خاندان یعنی اقرباء کو ڈرا۔

اس دعوت کو پہلے اپنے قریبیوں سے شروع کرنا جو خود تمہارے حال سے واقف ہیں جو جانتے ہیں کہ تمہارا قول تمہارے فعل سے مطابقت رکھتا ہے اور یہ تبلیغ کے ساتھ

تربیت اور اپنے نمونہ کی طرف توجہ دلا رہا ہے۔ اور ایسا بھی ہوتا ہے انسان اپنوں میں تبلیغ کرنے سے جھجکتا ہے کیونکہ وہ اس کو جانتے ہیں اس کے حال سے واقف ہیں اس لئے حکمِ خداوندی بھی بڑی حکمتوں پر مبنی ہے جو ساتھ ساتھ تربیت کی طرف توجہ دلا رہا ہے۔ پھر انبیاء کی تاریخ بیان کی ہے ان کا قول ان کے فعل سے مطابقت رکھتا تھا اور باوجود تھوڑے اور کمزور ہونے کے غالب آئے ان کا توکل خدا کی ذات پر تھا وہ مخالفتوں کو سینے پر لے کر خدا کی آواز کو دنیا تک پہنچاتے رہے۔ پس ہم بھی اہل کتاب اور مومنین میں شامل ہیں اور اس سے بڑھ کر امام وقت سے یہ عہد کیا ہے کہ اس فریضہ تبلیغ میں کبھی کوتاہی نہیں کریں گے۔ اپنے عہدوں کی پاسداری کی طرف توجہ دینا ہوگی اور امریکہ کے مکینوں تک مسیح پاک کا پیغام پہنچانا ہوگا۔

ہیوسٹن میں بین المذاہب کانفرنس

مورخہ 14 مئی بروز جمعہ شام 7 بجے تا 10 بجے انٹرفیتھ کانفرنس کا انعقاد کیا گیا جس کا عنوان تھا:

What is the state of man after death?

اسلام کی نمائندگی کیلئے مکرم لطف الرحمٰن محمود صاحب آسٹن سے تشریف لائے۔ اس تقریب کے Moderator ایک مقامی TV Channel کے Mr. David E. Busby تھے انہوں نے اس کو بڑے خوبصورت انداز میں کروایا اور اس کی باقاعدہ DVD بھی بنائی جس کو ٹیلیویژن پر بھی پیش کیا جائے گا۔ اور موصوف خود معترف تھے کہ یہ بہت اچھا پروگرام ہے اور ایسے پروگراموں کی ٹیلیویژن کو ضرورت ہے جو کہ لوگوں کے علم بڑھانے کا موجب ہوگا۔

یہ پروگرام شدید بارش اور موسم کی خرابی کے باوجود خدا کے فضل سے بہت کامیاب رہا۔ اس میں 25 کے قریب غیر از جماعت شامل ہوئے اور اس کے علاوہ جماعت کے افراد نے بھی کثیر تعداد میں شرکت کی۔ آخر پر سوالات کے جوابات بھی دیئے گئے۔ جو احباب جماعت کے ازدیادِ علم کا موجب بھی ہوا۔ اور اس کے ساتھ احباب کے اندر تبلیغ کے جذبہ کی بھی بیداری پیدا ہوئی۔ اس پروگرام کو کامیابی سے ہمکنار کرنے میں تینوں جماعتوں کے صدر صاحبان ڈاکٹر ناصر احمد تنولی صاحب داؤد منیر صاحب اور مرزا ارشاد علی صاحب کا بہت بڑا کردار تھا۔ اور ریفریشمنٹ اور مہمان نوازی میں رانا کلیم احمد صاحب اور صدر لجنہ ہیوسٹن نارتھ اور ان کی ٹیم نے اعلیٰ کارکردگی کا ثبوت دیا۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر دے، آمین۔

Live ریڈیو پروگرام کا آغاز

خدا کے فضل سے جماعت ہیوسٹن جو عرصہ سے ریڈیو پروگرام کرتی تھی اور ریکارڈ کیا ہوا پروگرام پیش کیا جاتا تھا۔ اب حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے Live پروگرام کرنے کی اجازت مل گئی ہے۔ چنانچہ پہلا ریڈیو Live پروگرام 15 مئی بروز ہفتہ شروع ہوا جس میں غیر از جماعت احباب کے سوالوں کے جوابات دیئے گئے۔ بہت محنت طلب کام ہے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مدد و نصرت عطا فرمائے اور ہر لحاظ سے کامیاب کرے، آمین۔

''حج کے اکثر احکام تصویری زبان کا رنگ رکھتے ہیں اور رمی جمار میں یہی حکمت کارفرما ہے۔ مثلاً رمی جمار تصویری زبان میں شیطانی قوتوں اور ان کے وساوس سے اظہارِ بیزاری اور حملہ آور فاسد خیالات جن سے انسان کو اکثر واسطہ پڑتا ہے کا دفیعہ ہے اس کی ایک مثال نماز میں بھی ہے جیسے نفی۔ یعنی لَآ اِلٰــہَ کہتے وقت شہادت کی انگلی اٹھاتے ہیں اور اثبات یعنی اِلَّــا اللّٰہُ کہتے وقت گراتے ہیں۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ یہ رفع سبابہ شیطان جمار کے لئے تیز نیزہ سے بھی زیادہ کاری ہے۔''

(فقہ احمدیہ صفحہ 341)

وادیٔ کشمیر میں احمدیت

عبدالرحمٰن فیاض ۔ کاٹھ پورہ، کشمیر

وادیٔ کشمیر میں احمدیت کی شکل میں حقیقی اسلام اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعودؑ کے ابتدائی دور سے قائم ہوا۔ یہاں ایسے بھی صحابہ گزرے ہیں جو اپنے اخلاص اور تقویٰ میں لوگوں میں مشہور تھے جن کے اعلیٰ کردار اور نیک نمونہ کی وجہ سے یہاں احمدیت قائم ہونے میں بہت مدد ملی۔ ان صحابہ میں جماعت احمدیہ یاری پورہ کے ایک صحابیؓ حضرت راجا عطاء محمد خانصاحب تھے آپ کو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی طرف سے بیعت لینے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔

سال 1974 میں بھٹو حکومت نے پاکستان میں جب جماعت احمدیہ پر کفر کا فتویٰ صادر کیا۔ پھر فرعون ثانی جنرل ضیاء الحق کے 1984 میں جماعت احمدیہ کے خلاف ایک ظالمانہ آرڈیننس کی وجہ سے اور اسی دَور میں 1990 میں یہاں ملٹری کا دَور شروع ہوا تھا جو پندرہ سولہ سال پوری شدّت سے جاری رہا اس عرصہ میں سارا کشمیر ایک خوفناک صورت اختیار کر گیا۔ زندگی اور موت کی کشمکش جاری رہی۔ ان حالات میں تبلیغی سرگرمیاں بہت ہی محدود پیمانہ پر صرف اپنی جماعتوں تک قائم رہ سکیں۔

اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے حالات پہلے سے بہتر ہو رہے ہیں۔ تبلیغی سرگرمیاں پھر سے جاری ہونے لگی ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ امن و امان قائم رکھے، آمین۔ ہمارا ضلع اننت ناک (اسلام آباد)' سرینگر سے 60 کلومیٹر جنوب کی طرف واقع ہے جو اب تین ضلعوں میں بٹ گیا ہے۔ کولگام، شوپیان اور پلواما' ان تینوں ضلعوں میں ہماری پرانی جماعتیں قائم ہیں۔ جو وادیٔ کشمیر کی باقی جماعتوں سے بڑی بڑی جماعتیں ہیں۔ ان میں سے چند ایک کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

جماعت احمدیہ آسنور ضلع کولگام

ہمالیہ پہاڑی سلسلہ کے دامن میں سر بند جنگلات اور اونچے برف پوش پہاڑوں کی چھاؤں کے دلکش نظاروں کے جھرمٹ میں جماعت احمدیہ کا یہ بڑا گاؤں جو دنیا بھر میں مشہور سیب امبری کا مسکن اور اب سیب ڈینش کی میٹھی لذّت کے علاقہ' نور آباد میں اپنا منفرد مقام رکھتے ہوئے اپنی جماعتی سرگرمیوں میں تیز تر قدموں کے ساتھ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات کی روشنی میں پورے گاؤں کی بستی احمدیت کی آغوش میں پھل پُھول رہی ہے۔

یہ گاؤں مشہور سیاحتی مقام دریا ویشو کے بہتے ہوئے یخ بستہ پانی سے گرتی ہوئی آبشار اور ان پہاڑی درّوں کے بلند ترین مقام پر جھیل کونثر ناگ جو سال بھر برفانی تو دوں سے گھری رہتی ہے کے قریب ہے۔

یہاں سب سے پہلے بزرگ حاجی حضرت خواجہ عمر ڈار صاحب صحابیؓ جو موصی بھی تھے (انکا یادگار کتبہ مقامات مقدسہ چاردیواری بہشتی مقبرہ کے اندر لگا ہوا ہے)۔ حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کے حُسنِ اخلاق اور بلند کردار کی وجہ سے یہاں اُس زمانہ میں احمدیت کے اس پودے نے بہت جلد بے شمار میٹھے پھلوں کے ساتھ اپنی ساری بستی کو اپنی شیرینی میں ڈبو دیا۔

آپ ایک دیانت دار تاجر تھے۔ جب آپ پہلی بار قادیان سے اپنے گاؤں پہنچے تو آپ نے اپنے شریکِ تجارت سے ڈرتے ڈرتے حضرت مسیح موعودؑ کے بارے میں انکی صداقت بیان کرنے لگے۔ انکے شریکِ تجارت نے انکی بات کاٹتے ہوئے کہا کہ اگر آپ نے انکی بیعت کی ہو تو ابھی میری طرف سے بھی بیعت کا خط لکھ دوں۔ جب کسی نے ان کے اس شریکِ تجارت سے پوچھا کہ آپ نے بغیر تحقیقات کے کیسے اپنی بیعت کا خط لکھ دیا۔ تو آپ نے انکو جواب دیا عمر ڈار نے تجارت میں مجھے کبھی دھوکا نہیں دیا تو مذہب میں میرے ساتھ کس طرح دھوکا کرے گا۔ آسنور جو چھوٹے قادیان کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ اس جماعت میں حضرت مصلح

موعودؑ کا متواتر ایک ماہ قیام رہا اور خلافت ثانیہ کی سرگرمیوں کا مرکز ہونے کی سعادت پائی جو اس بستی کیلئے ایک امتیازی شان اور اس سرزمین کے تقدس کو جلا بخشتی ہے۔

اکتوبر نومبر 2006 میں حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم ومغفور کے آخری دورہ کشمیر کے دوران وادی کی باقی جماعتوں سے زیادہ دن اُن کا آسنور میں قیام رہا۔

یہاں ایک بڑی مرکزی حیثیت کی مسجد اور چار چھوٹی مسجدوں میں روزانہ پانچوں وقت اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بڑی شان سے بلند ہوتا رہتا ہے۔ یہاں بھی جماعت کا اپنا وسیع رقبہ پر ایک ہائی سکول قائم ہے جس کی وسیع عمارت اپنی گود میں اپنے بچوں کے ساتھ ساتھ غیر از جماعت کثیر تعداد بچوں کو مروجہ تعلیم کے ساتھ دینی اور اخلاقی تعلیم سے بھی آراستہ کر رہی ہے۔

جہاں صد سالہ خلافت جوبلی وادی کشمیر کی ساری جماعتوں نے بڑے جوش وخروش اور اسلامی روایات کے مطابق منائی وہاں جماعت احمدیہ آسنور میں خلافت جوبلی اپنی ایک علیحدہ شان کے ساتھ نمایاں رہی۔ جلسے، پُر وقار جلوس، اور دیگر پروگراموں کے ذریعہ اطفال، ناصرات، خدام اور انصار اللہ نے بھرپور حصہ لیا۔ جماعتی شاندار روایات کے مطابق میلوں میل احمدیت کے جھنڈے بینرز اور لاتعداد چراغاں ساری بستی نے ہی کیا۔ یہاں کی اونچی پہاڑی پر بھی بستی کے لوگوں نے اپنے گھروں کو چراغوں میں ایسا جلوہ گر کیا تھا جو رات کی تاریکی میں ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اونچے آسمان پر فرشتوں نے یہ چراغ جلائے ہیں۔ اور انکی یہ نورانی کرنیں آسمان سے اُتر کر دنیا کو اندھیرے سے اجالے کی طرف راستہ دکھا رہی ہیں۔

آسنور جماعت کے دامن میں جماعت احمدیہ کوریل اپنی شاندار روایات کے ساتھ حقیقی اسلام کی روشنی میں اپنی بستی کو منور کرتے ہوئے خلافت کی ٹھنڈی چھاؤں میں جماعت احمدیہ آسنور کے شانہ بشانہ قدم ملاتے ہوئے اپنی ساری بستی کو لے کر آگے بڑھ رہی ہے۔

جماعت احمدیہ ریشی نگر ضلع شوپیان

دریا ویشو کے کنارے پر یہ گاؤں پہاڑی سلسلہ کے قریب ترین صدیوں سے آباد ہے۔ اسکی پوری بستی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دریا ویشو کے ٹھنڈے میٹھے صاف شفاف پانی کی طرح حقیقی اسلام یعنی خلافت احمدیہ سے اپنی وابستگی کو قائم رکھتے ہوئے اپنا روحانی سفر طے کر رہی ہے۔

سال 1979 کو جب فرعون ثانی جنرل ضیاء الحق نے بھٹو کو پھانسی کے تختہ پر لٹکا دیا تو شر پسند عناصر نے اس ساری بستی کو دن کے اجالے میں جلا کر راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کر دیا۔ ان مظلوم لوگوں کی لاکھوں کروڑوں کی جائیدادیں آناً فاناً تباہ ہوئیں۔ لیکن کسی ایک فرد بشر میں اپنے املاک کو بچانے کیلئے ذرّہ بھر بھی کوئی ایمانی کمزوری پیدا نہ ہوئی۔ انہوں نے اپنے اس پختہ ایمان کے ساتھ اپنی خلافت احمدیہ سے وابستگی کو ثابت کر دیا کہ ایک سچا احمدی اپنی املاک کیا اپنی جان بھی خوشی خوشی قربان کرنے کو تیار ہوتا ہے۔ یہ اجتماعی قربان گاہ ایک دلخراش نظارہ پیش کر رہی تھی کہ کسی ایک فرد کے پاس سوائے اپنے تن کے کپڑوں کے کچھ نہ بچا تھا۔ ان سرد راتوں میں سونے کیلئے کچھ نہ بچا تھا۔ نہ کھانے کیلئے کچھ باقی رہا تھا۔ چھوٹے معصوم بچے اپنی ماں کی چھاتی کے ساتھ خوف اور دہشت سے چمٹ گئے تھے۔ بے زبان جانور جو آگ کے شعلوں سے بچ کر کہیں دُور بھاگ گئے تھے انکا کوئی اتا پتا نہ تھا۔

لیکن اس بستی کا ہر فرد اللہ تعالیٰ کی رحمتوں، فضلوں اور برکتوں سے پُر امید تھا۔ انکے چہرے پر غم یا اُداسی کہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔ وہ اس امتحان کی گھڑی میں کامیابی کے ساتھ آگے نکل گئے تھے۔ آج اس گاؤں میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر گھر پہلے سے بڑھ کر اپنی شان وشوکت میں نظر آتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس سرزمین کو اپنے فضل سے سیب کے پھلدار باغات سے مالا مال کر دیا ہے۔ جو انکی اقتصادی حالات اور مالی قربانی کو دن بدن بہتر کر رہا ہے۔

یہاں جماعت کا اپنا ایک سکول ہے۔ جہاں اپنے بچوں کے علاوہ غیر از جماعت کے بچے بھی پُر امن اور دینی ماحول میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ جماعت کی اپنی مرکزی حیثیت کی مسجد اور مہمان خانہ کے علاوہ دوسری مساجد بھی ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے آباد ہیں اور قیامت تک خلافت احمدیہ سے وابستہ رہ کر آباد رہیں گی۔

جماعت احمدیہ یاری پورہ ضلع کولگام

یاری پورہ قصبہ وہ مقام ہے جو اپنے ارد گرد لاتعداد گاؤں میں ایک مرکزی حیثیت رکھتا ہو۔ یہاں سرکاری ملازمت، تجارت پیشہ اور مختلف قسم کے ہنرمندوں کے علاوہ زراعت پیشہ سے تعلق رکھنے والے لوگ آباد ہیں۔ یہ علاقہ بھی ایپل لینڈ کہلاتا ہے۔ یہاں جماعت احمدیہ حضرت مسیح موعودؑ کے ابتدائی زمانہ سے قائم ہے۔ اس جماعت میں وہ متقی پرہیزگار بااخلاق خدادوست ایک صحابی گزرے ہیں جنہیں

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی طرف سے بیعت لینے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ یہاں مختلف فرقوں کے لوگ آباد ہیں جو ایک دوسرے سے پُر امن فضاء میں باہمی بھائی چارہ قائم رکھتے ہوئے اپنی زندگی گزارر ہے ہیں۔ جماعت احمدیہ اپنے بزرگوں کے نیک اور بااخلاق روایات کو قائم رکھتے ہوئے اپنے مشن کو کامیابی کے ساتھ آگے بڑھارہی ہے۔ ایک وسیع رقبہ پر زیرِ تعمیر بلڈنگ میں جماعت کا اپنا ہائی سکول ہے جس میں بچوں کی نشوونما انکی دینی اور دنیاوی تعلیم سے کی جارہی ہے۔ اپنوں سے زیادہ غیر از جماعت بچے اس سکول سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اس سکول کے ساتھ ہی نئی تعمیر شدہ مسجد نور اپنی نورانی کرنوں سے اندھیرے کو اجالے میں بدل رہی ہے۔

اپنی مرکزی حیثیت کی مسجد جماعت کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر چھوٹی پڑ گئی تھی اس کی جگہ پر اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی شفقت سے جماعت احمدیہ کشمیر کی ایک شاندار مسجد زیرِ تعمیر ہے۔ جو مکرم عبدالحمید صاحب صدر جماعت احمدیہ کی زیرنگرانی پایہ تکمیل کے مرحلہ سے گزر رہی ہے۔ دعا ہے کہ یہ مسجد اللہ تعالیٰ کے بے شمار فضلوں، رحمتوں اور برکتوں کو سمیٹتے ہوئے ہمیشہ مخلص احمدیوں کی عبادت گاہ بنی رہے۔ یاری پورہ سے ایک کلومیٹر مغرب کی طرف مٹی بوگ گاؤں واقع ہے۔ جہاں سے قدرتی چشموں کا پانی واٹر سپلائی محکمہ کے ذریعہ یاری پورہ کی بستی میں پینے کیلئے نلکوں کے ذریعہ تقسیم ہوتا ہے۔ ان چشموں میں ایک چشمہ ''چشمہ محمود'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ جہاں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے دورہ کشمیر کے وقت اس چشمہ سے پانی پیا تھا۔ یہاں ایک زمانہ سے غیر مبائعین کی جماعت بھی قائم رہی۔ انکی اپنی ایک مسجد بھی تھی اس جماعت کے ساتھ گنتی کے کچھ لوگ شامل تھے۔ انکے علاوہ سرینگر میں بھی ایک چھوٹی جماعت قائم تھی۔ جموں ریجن میں بمقام عہدہ بھدرواہ چند گھرانے اس جماعت سے وابستہ ہیں۔ یہ وادی کشمیر اور جموں میں انکی کل بساط تھی۔

خلافت کی برکتوں سے محروم یہ جماعت دن بدن گھٹتی اور بکھرتی گئی۔ یاری پورہ میں گزشتہ سال روحانیت سے خالی یہ جماعت آخری ہچکی لے کر اپنا بوریا بستر گول کر گئی۔ آج ان کی مسجد غیر از جماعت کے قبضہ میں ہے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آج دنیا بھر میں خلافت کی برکت سے دوسو 200 ممالک میں جماعت احمدیہ اپنی پوری مضبوطی کے ساتھ قائم ہو چکی ہے۔ اور کروڑوں دلوں کے اندر خدا تعالیٰ کی جلوہ نمائی دیکھ رہی ہے۔ وہ دن دُور نہیں جب عہدِ وفائے خلافت کے عین مطابق قیامت تک خلافت سلسلہ احمدیہ کے ذریعہ اسلام کی اشاعت ہوتی رہے گی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا کے تمام جھنڈوں سے اونچا لہرانے لگے گا۔ اسوقت صرف وادیٔ کشمیر میں جماعت احمدیہ کی 25 جماعتیں قائم ہیں۔ انکے نفوس اور اموال میں اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے، آمین

جماعت احمدیہ چک خانصاحب ضلع کولگام

جماعت احمدیہ چک خانصاحب عرصہ دراز سے احمدیت سے وابستہ رہتے ہوئے اپنی انفرادی حیثیت راجہ اور خان قومیت کو برقرار رکھتے ہوئے اپنی وہ شان جو پرانے جاگیردارانہ نظام میں ان میں قائم تھی آج بھی اُس تہذیب اور ثقافت کی پُر وقار جھلک ان میں نظر آتی ہے۔ انکی اپنی مادری زبان جو کچھ کچھ پنجابی سے ملتی جلتی ہے (اب اس میں اردو کے زیادہ الفاظ شامل ہوئے ہیں) جو صدیوں سے چلی آرہی ہے۔ آج بھی زندہ قائم ہے۔ یہاں بڑے بڑے جاگیردار راجے تھے' 1947 کی آزادی کے بعد انکی جاگیریں ختم ہوگئیں۔

خلافت احمدیہ سے وابستہ یہ بڑا گاؤں دو حصوں میں مُنقسم ہے۔ یہاں کے لوگ پڑھے لکھے اور مہذّب ہیں اور یہاں کے سیب کے باغات سے بھرپور فائدہ اٹھاتے رہے ہیں۔ سرکاری نوکریوں کے علاوہ تجارت اور کھیتی باڑی کرتے ہیں اور انکے نوجوان لڑکے ملٹری اور پولیس میں ملازم ہیں۔ انکے گھر اور رہن سہن بہت صاف ستھرا ہے۔ اپنی مرکزی حیثیت کی جامع مسجد ساری بستی کے دونوں حصوں کی جماعت کیلئے نئی تعمیر شدہ ہے۔ اسکے علاوہ مہمان خانہ اور دوسری مساجد بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے آباد ہیں۔ لوکل جماعتی نظام اور مرکز قادیان سے پوری مضبوطی سے جڑے ہوئے ہیں۔

جماعت احمدیہ ناصر آباد

یہ جماعت ضلع ہیڈکوارٹر کولگام سے صرف 2 کلومیٹر کی دوری پر اسلام آباد میں روڈ پر واقع ہے۔ ایک بڑا گاؤں ہے۔ جو تجارت، ملازمت کے علاوہ کھیتی باڑی سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہاں چاول کی کثرت سے پیداوار ہوتی ہے۔ اس گاؤں کا پہلے کئی پورہ (یعنی پتھروں کی جگہ) نام تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دورِ خلافت میں اسکا نام بدل کر حضور کے نام نامی ناصر احمد کی مناسبت سے ناصر آباد رکھا گیا۔ اس گاؤں

کی ساری بستی اللہ تعالیٰ کے فضل سے خلافت احمدیہ کی آغوش میں پھل پھول رہی ہے۔ جماعت کا اپنا سیکنڈری سکول کامیابی کے ساتھ چل رہا ہے۔ جہاں اپنے بچوں کے علاوہ جماعت احمدیہ کے نیک نمونہ اور اسلامی ماحول کو مدِّنظر رکھتے ہوئے غیر از جماعت کے لوگ اپنے بچوں کو یہاں بھجواتے ہیں۔ جماعت کی مرکزی حیثیت کی مسجد جماعت کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیشِ نظر چھوٹی پڑ گئی تھی۔ جماعت نے ایک وسیع رقبہ پر نئی جدید قسم کی بڑی مسجد تعمیر کی ہے۔ اسکے علاوہ حال ہی میں مین روڈ پر واقع احمدیہ جلسہ گاہ کے ایک حصہ پر ایک اور مسجد تعمیر کی گئی ہے۔

جماعت احمدیہ سرینگر

سرینگر جموں کشمیر گورنمنٹ کا گرمائی (چھ ماہ، اپریل سے ستمبر تک) دارالخلافہ ہے۔ یہ شہر آزادی سے پہلے بھی جماعت احمدیہ کیلئے مرکزی حیثیت رکھتا تھا۔ یہاں جماعت کا اپنا اخبار ''اصلاح'' شائع ہوتا تھا۔ 1947 میں تقسیم کے وقت یہاں سے جماعت کے بہت سارے افراد پاکستان ہجرت کر گئے۔ جس وجہ سے اخبار اصلاح کی اشاعت بند ہوگئی۔ وقت کے ساتھ ساتھ مرکز قادیان کی بھرپور توجہ سے یہاں کی سرگرمیاں ایک مرکزی حیثیت سے جاری رہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہاں جماعت احمدیہ اپنی تنظیم کے ساتھ مضبوطی سے اپنے قدم جمارہی ہے۔

یہاں لوکل جماعت کے علاوہ وادی کے مختلف دیہات سے بھی جماعت احمدیہ سے تعلق رکھنے والے احباب جو ملازم پیشہ ہیں کے علاوہ جماعت کے مخیّر احباب بھی یہاں زمین خرید کر اپنے مکان تعمیر کر کے رہائش اختیار کر رہے ہیں۔

یہاں جماعت احمدیہ کی مرکزی حیثیت کی پُروقار مسجد ایک اہم جگہ پر اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اسکی حمد وثناء میں غیر از جماعت کے افراد کو بھی شامل کرنے کی سعادت پا رہے ہیں۔ خاص طور پر جمعۃ المبارک کے دن غیر از جماعت سرکاری ملازمین بھی ہماری اس مسجد میں آکر ہمارے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں۔

مسجد کے وسیع رقبہ میں مرکزی مبلغین کیلئے رہائشی کوارٹرز اور سرینگر آنے والے لوکل احمدی احباب اور بیرون ریاست سے آنے والے مہمان کرام کی رہائش کیلئے بھی کوارٹرز بنے ہوئے ہیں۔

جماعت احمدیہ کاٹھ پورہ (یاری پورہ)

عرصہ دراز سے جماعت احمدیہ یاری پورہ کے ساتھ شامل رہنے کے بعد اب حضور انور کی اجازت سے ہماری علیحدہ جماعت کاٹھ پورہ قائم ہوئی۔ فی الحال یہاں کی جماعت ہم پانچ بھائیوں کی فیملیز پر ہی مشتمل ہے۔ گاؤں کے غیر از جماعت احباب سے ہمارے اچھے تعلقات ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ابتدائی دورِ خلافت میں یہاں کے ایک رئیس محمد میر بیعت کر کے احمدی ہوئے۔ انکے دونوں بیٹے بھی احمدی ہوئے۔ انکے بیٹے میر غلام رسول صاحب (خاکسار کے پھوپھا) نے خواب کے ذریعہ (جس کا ذکر بشاراتِ رحمانیہ میں ہے) احمدی ہوئے۔ آپکی شادی آسنور میں حضرت غلام احمد لون (جو جوانی میں ہی فوت ہوگئے تھے) کی بیٹی تاجہ بیگم صاحبہ کے ساتھ 1924 میں ہوئی جن کی تربیت انکے چچا مولوی حبیب اللہ صاحب صحابیؓ (سیرت المہدی حصہ دوم) نے کی۔ تاجہ بیگم صاحبہ نے اُس زمانہ میں میٹرک پاس کیا تھا اور محکمہ تعلیم میں ہیڈ مسٹریس تھیں۔ آپ موصیہ تھیں آپ نے اپنے سارے زیور مسجد برلن کی تحریک میں دیئے تھے (الفضل مورخہ اپریل 1929)۔ آپکی کوئی اولاد نہیں تھی۔ آپ اپنے چھوٹے بھائی غلام محمد لون کو 1929 میں اپنا بیٹا بنا کر کاٹھ پورہ لے آئی تھیں۔ اُس وقت سے ہم یہیں رہائش پذیر ہیں۔

یہاں کے ابتدائی دَور کے احمدی محمد میر ایک مخلص احمدی تھے اور ایمانی جرأت رکھتے تھے۔ سال 50-1951 کی بات ہے ہماری مسجد احمدیہ یاری پورہ کے بالمقابل غیر از جماعت کی مسجد میں جمعہ کی نماز پر ایک مولوی صاحب جو احمدیت کے سخت مخالف تھے ہمیشہ خطبہ جمعہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے لئے بدزبانی، گالی گلوچ کرتے رہتے تھے۔ وہ اپنی عمر کے آخری ایّام میں سخت بیمار ہوئے اور بستر کے ہی ہو کر رہ گئے۔ باتھ روم تک بھی نہ جاسکتے جس کی وجہ سے سارا کمرہ بدبُو سے بھرا رہتا تھا جب محمد میر صاحب نے انکی بیماری کا یہ حال سنا تو کاٹھ پورہ سے 8 کلومیٹر کا پیدل سفر کر کے مولوی کے گھر پہنچے۔ اسکے کمرے کا دروازہ کھول دیا جہاں اسکے گھر والے، ہمسایہ اور رشتہ دار سب جمع تھے۔ محمد میر صاحب نے دروازہ پر ہی کھڑے ہو کر بیمار مولوی سے مخاطب ہو کر اونچی آواز سے کہا: غلام حسن شاہ! میں تمہاری عیادت کرنے نہیں آیا ہوں۔ میں تمہیں یہ بتانے آیا ہوں کہ تم نے اپنی ساری عمر حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف گندی گالیوں میں ضائع کردی۔ جس کا برا نتیجہ تم دیکھ رہے ہو تم جو جھوٹا گندا الزام حضرت مسیح موعودؑ کے نام لگا رہے تھے آج تمہارا سارا وجود بستر پر ہی اُس گندے الزام میں ڈوب کر جو عذاب تمہیں یہاں مل رہا ہے اس سے ہزاروں گنا تمہیں آخرت میں ملے گا۔ اب تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ تم اپنے

اس گندے وجود کو جس سے یہاں بدبُو پھیل کر تمہارے گھر والے ، ہمسایے اورتمہارے رشتہ دار جھیل رہے ہیں اس دنیا سے رخصت ہو جاؤ۔ بدقسمتی سے 1947 میں محمد میر کے پوتے وغیرہ کا تعلق مرکز قادیان سے کٹ گیا۔ انکی صحیح تربیت نہ ہونے کی وجہ سے یہ جماعت سے بچھڑ گئے۔ ان میں اب بھی اپنے بزرگوں کے خون کا اثر باقی ہے۔

جب خاکسار چودہ سال کا تھا تو 1952 سے لے کر 1960 تک مرکز قادیان کے دفاتر میں خدمت سلسلہ کی توفیق پائی۔ اور وصیت کے نظام میں اس وقت سے ہی شامل ہونے کی توفیق ملی۔

ہمارے والد صاحب غلام محمد لون اُنیس سال تک جماعت احمدیہ یاری پورہ میں نائب سیکریٹری مال رہے۔ خاندان حضرت مسیح موعودؑ خاص کر حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سے آپ کے بہت قریبی تعلقات قائم تھے۔ آپ نے 1954 سے 1994 تک بلا ناغہ چالیس سال تک جلسہ سالانہ قادیان میں شرکت کی توفیق پائی۔ جو ایک ریکارڈ ہے۔ آپ کا جوان بیٹا محمد اقبال (جو جی) دسمبر 1988 میں کار کے حادثہ میں وفات پا گیا۔ جلسہ سالانہ قادیان کے دن بہت قریب تھے۔ والد صاحب یہ کہتے ہوئے جلسہ پر جانے کی تیاری میں لگ گئے کہ میرا بیٹا محمدؐ اقبال ہمیں چھوڑ کر چلا گیا۔ میں جلسہ سالانہ کی برکات کیوں چھوڑ دوں۔ آپ کی وفات 27 جون 1995 کو ہوئی۔ کشمیر میں ملٹری کا دَور چل رہا تھا۔ آپ کو اپنے سیب کے باغ میں امانتًا دفن کرنا پڑا۔ 27 دسمبر 2007 کو ساڑھے بارہ سال کے بعد انکی قبر کشائی کی گئی۔ آپ کا تابوت بالکل ایسی حالت میں تھا جیسے ایک ہفتہ پہلے دفن کیا ہو۔ اس وقت غیر از جماعت افراد بھی وہاں موجود تھے۔ 28 دسمبر (بروز جمعہ) 2007 کو جلسہ گاہ قادیان میں ہی ہزاروں احباب نے آپ کی نماز جنازہ ادا کی اور بہشتی مقبرہ میں دفن کر دیا گیا۔

ہماری والدہ صاحبہ زینہ بیگم بھی موصیہ تھیں۔ ان ہر دو کی مغفرت اور اعلیٰ درجات کیلئے درخواستِ دُعا ہے۔ یہاں سب مذاہب کو مذہبی آزادی حاصل ہے۔ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم بہتر رنگ میں پُر امن ماحول میں تبلیغ کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ اس مقصد کیلئے ہم، اپنی چھوٹی سی لائبریری کیلئے رسالہ النور کی شمولیت چاہتے ہیں جو اپنی نورانی کرنوں سے یہاں بھی احمدیت کا نور پھیلانے میں ہمارا معاون ثابت ہو، اللہ کرے ایسا ہی ہو، جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

تنویرِ خلافت

ناصر احمد سید

خلافت سے منور ہوگئی ہے
زمیں جنت کا منظر ہوگئی ہے

فلک سے قافلے اترے ہوئے ہیں
گھڑی یہ روح پرور ہوگئی ہے

سبھی زنجیر میں اک ڈھل گئے ہیں
کوئی تعبیر رہبر ہوگئی ہے

ہجومِ تشنگاں آتے رہیں گے
یہ مَے سب کا مقدّر ہوگئی ہے

جسے آنا تھا وہ تو آچکا ہے
خلافت اس کا مظہر ہوگئی ہے

خلافت ہی شہادت ہے ہماری
صدی اک جس کے اوپر ہوگئی ہے

مسیحائی نے کی ہے آبیاری
جماعت اب تناور ہوگئی ہے

میرے مہدی کے یہ جو پنج تن ہیں
خدا کی ڈھال ان پر ہو گئی ہے

بہت مسرور ہیں مسرور سے ہم
فضائے دل معطر ہوگئی ہے

اے میرے سوہنے مسرور ماہی
یہ جاں تم پر نچھاور ہوگئی ہے

سبھی کی دھڑکنیں چلتی ہیں تجھ سے
تری مسکان محور ہوگئی ہے

پکارے گا تمہی کو اب زمانہ
کہ حالت اس کی ابتر ہوگئی ہے

خدا رکھے سدا اس کو سلامت
وہ چھاؤں سب کا چھپر ہوگئی ہے

چین کے ساتھ اسلام کے ابتدائی روابط

ڈاکٹر حافظ محمد اسحٰق خلیل

اسلام کی اوّل ترین صدیوں کا جو چینی ریکارڈ پایا جاتا ہے اس میں اسلام کی آمد کا ذکر ملتا ہے۔ آنلز آف کوانگ ٹنگ (Annals of Kawangtung) میں چین میں اوّلین مسلمانوں کی آمد کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

"T'ang خاندان کے ابتدائی ایّام میں انام (Annam) کی سلطنت اور کیمبوڈیا اور مدینہ اور کئی دوسرے ممالک سے اجنبی لوگوں کی ایک بڑی تعداد کینٹن (Canton) میں وارد ہوئی۔ یہ اجنبی لوگ عرش (بہ الفاظِ دیگر خدا) کی عبادت کیا کرتے تھے ان کے عبادت خانوں میں بتوں، مجسموں یا عکسی تصاویر کی ممانعت تھی۔ مدینہ کی سلطنت ہندوستان کے قرب و جوار میں ہے۔ اسی سلطنت سے ان اجنبیوں کے مذہب کا آغاز ہوا تھا۔ جو بدھ مت سے جداگانہ ہے وہ لحم الخنزیر نہیں کھاتے۔ شراب نوشی نہیں کرتے۔ غیر ذبیحہ جانور کے گوشت کو ناپاک متصور کرتے ہیں۔" بحوالہ Mission d'ollone: Researches sur les Musulmans Chinois 1911

اس رپورٹ میں اس بات کو سراہا گیا ہے کہ وہ بڑے متموّل لوگ تھے۔ اور اپنے درمیان انتخاب شدہ سربراہ کی تابعداری کرتے تھے۔ درحقیقت فارس کے ایک فیروز نامی بادشاہ نے عربوں کے خلاف جنگ کیلئے چین سے استطاعت کی اپیل کی تھی۔

Chavannes E., Documents sur les Turcs Ocidentaax, St. Petersburg 913

لیکن شہنشاہ چین کا جواب یہ تھا کہ فارس بہت دُور دراز ہے اس لئے مطلوبہ افواج نہیں بھجوائی جاسکتیں۔ اسلام کے تیسرے خلیفہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارہ میں روایت کی جاتی ہے کہ عیسوی کیلینڈر کے سن 651 میں جب چین کا سفارت کار وطن کو واپس ہوا تو آپ نے اسکی معیت میں ایک عرب جرنیل کو روانہ کیا تھا۔ 703 سے 715 تک ولید کے عہد کا دور دورہ تھا۔ قریباً انہی ایام میں مسلمان جرنیل ہندوستان کی طرح سپین کو بھی روانہ ہو رہے تھے۔ خراسان کے مسلمان گورنر نے Oxus کو عبور کر کے بخارا، سمرقند، اور نواحی شہروں کو زیرِ نگیں کر لیا۔ بعد ازاں اُس نے سلطنتِ چین کی مشرقی سرحدوں تک اپنی فتوحات کو پہنچا دیا۔ جس سے چین اور اُمیّہ خلفاء کے درمیان بین الحکومتی تعلقات کی داغ بیل پڑی جو ایک عرصہ تک جاری وساری رہی۔ یہاں تک کہ اسکے آثار علی الخصوص عباسی خلفاء کے زمانہ تک پائے جاتے ہیں۔

Thiersant P., Le Mahomatisme en chine, Paris, 1878, Vol. 1, pp. 70-71

عربوں اور چین کے مابین تعلقات زیادہ تر کمرشل اور بین الحکومتی نوعیت کے تھے۔ جو تیرھویں صدی میں منگول فتوحات تک جاری رہے۔ 1257ء کے قریب بغداد میں بنو عباس کی مسلم حکومت کو منگولوں نے تاخت و تاراج کرنا شروع کر دیا تھا۔ اسی عرصہ میں اگر چین کے شہری کارندے وسط ایشیاء میں آباد ہو چکے تھے تو عرب اور وسط ایشیا کی مسلمان چین میں آباد ہونے لگ گئے تھے۔ خواہ وہ تاجر، صناع، سپاہی یا پھر جنگی قیدی ہی کیوں نہ تھے۔ قارئین کو یاد ہوگا کہ منگولوں نے بغداد کی عباسی خلافت پر بڑی ہی بے رحمی سے حملے کئے تھے۔ لیکن بعد میں وہی مشرف بہ اسلام بھی ہوئے۔ چین نے ان منگولی حکمرانوں کو اعلیٰ عہدوں پر فائز کر رکھا تھا۔ ان برسر آوردہ مسلمانوں کو چین میں پُر امن ذرائع سے اشاعتِ اسلام میں نمایاں طور پر کامیابی نصیب ہوئی۔ اگر چہ ایک لحاظ سے اس میں اہلِ چین سے باہمی شادیوں کا بھی عمل دخل تھا۔ مشہور عرب سیاح اور مؤرّخ 'ابنِ بطوطہ' جو چودھویں صدی میں اپنے جہاں گرد اسفار کی وجہ سے نامی گرامی ہے، نے چین کے کئی ساحلی قصبوں اور شہروں کا دورہ کیا۔ اسکا بیان ہے کہ وہاں مسلمانوں نے اس کا دلی خیر مقدم کیا۔ مسلمانوں نے اپنی مساجد بنا رکھی ہیں۔ ان کو اہلِ چین عزت اور احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

رفتہ رفتہ ازمنہ وسطیٰ کے اواخر تک مسلمانوں کی آبادی اہلِ چین کی مقامی کمیونٹی میں مدغم ہوگئی۔ اسی اثناء میں چین کے شہنشاہوں اور تیموری شہزادوں کے درمیان سفارت کاروں کا باہمی تبادلہ ہونا شروع ہو گیا۔ سر ٹامس آرنلڈ نے اپنی کتاب

Preaching of Islam میں ایک بڑا دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے، جس سے مسلمان علماء اور عمائدین کی پُرجوش تبلیغی رُوح کی غمازی ہوتی ہے:

یہ 1412 کی بات ہے کہ وسط ایشیاء کے بادشاہ شاہ رخ بہادر کے سمرقند کے دربار میں اہلِ چین کی ایمبیسی کا قیام عمل میں آیا۔ تو اس نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے جواب میں اہلِ چین کے نام قبول اسلام کی دعوت کو شامل کردیا۔ اس نے چینی سفراء کی واپسی پران کے ہمراہ اپنے ایلچی کے ہاتھ دوخطوط روانہ کئے جن میں سے ایک عربی میں کچھ اس طرح سے تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

لاالہ الّا اللہ محمدٌ رسول اللہ

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ میری امت میں خدائے تعالیٰ کے احکامات کو اوڑھنا بچھونا بنانے والے کبھی بھی نابود نہ ہونگے۔ اے وے جوان کی استعانت میں ناکام رہتا ہے۔ یا معاندت کرتا ہے وہ کبھی کامگار نہ ہوگا۔ تا آنکہ حکم خداوندی کا نزول ہووے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی نسل کی تخلیق کا ارادہ کیا تو اس نے فرمایا میں ایک مخفی خزانہ تھا۔ میں نے اپنی پہچان کروانی چاہی اس لئے میں نے انسان کو تخلیق کیا۔ تا میری پہچان ہو سکے۔ (کنت کنزاً مخفیاً۔۔الخ)۔ پس اس سے واضح ہو گیا کہ وہ جو قادر وقدیر ہے اور جس کا کلام اعلیٰ وارفع ہے، کا منشاء یہی تھا کہ وہ اپنی پہچان کروائے اور مبنی بر صداقت کو اور مذہب کے جھنڈوں کو بلند کردے۔ فلہٰذا اس نے اپنے رسول کو معمور ہدایت سچائی اور مذہب دے کر مبعوث فرمایا۔ تاکہ اسکے دین کا دوسرے تمام ادیان پر غلبہ ہو۔ اگرچہ متعدد معبودوں کی پرستش کرنے والے اس سے روگردانی کرنے والے ہیں۔ تا رسول شریعت اور احکامات الٰہی کو واضح کردے۔ اور شرعی اور غیر شرعی کی تمیز سے پیروی ہونا شروع ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ نے معجزۃً اُسے قرآن پاک دیا۔ تاکہ رسول اسکے ذریعہ کفار کو لاجواب کردے۔ اور جب وہ اس سے بحث میں پڑ جائیں یا مخاصمہ کرنے لگیں تو اُن کے دلائل کو کاٹ دے۔ اور خدائے تعالیٰ نے اپنے کامل رحم وکرم سے اور اپنی ہدایت کی بدولت قرآن پاک کو قیامت تک ابدی بقا بخشی ہے۔ تمام ادوار اور ہر زمانہ کیلئے دنیا کے کونہ کونہ کیلئے، مشرق یا مغرب یا چین کیلئے خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت سے وسیع اختیارات والا حکمران اعلیٰ قائم کیا ہے۔ جو عظیم افواج کا مالک اور حاکم ہے تا انصاف اور رحم سے برتاؤ کیا جائے۔ تا بنی نوع انسان کو امن اور استحکام نصیب ہو۔ نیک سلوک کو لوگوں پر واجب کردے اور سیاہ کاری اور نافرمانی کے خلاف متنبہ کردے۔ اور ان لوگوں میں دینِ حنیف کے جھنڈے لہرا دے۔ اور توحیدِ الٰہی پر ایمان کے ذریعہ سے ان میں سے بت پرستی اور کفر کو تتّر بتّر کردے۔

خدا تعالیٰ کی طرف سے ہم پر ماضی میں نازل ہونے والی رحمتیں اور ان کا سلسلہ جو آئندہ جاری رہے گا، کے ذریعہ سے وہ ہمارے دلوں کو اس مقصد کیلئے تیار کردیتا ہے کہ خالص دین کی شریعت قائم کرنے کی سعی کریں۔ اور روشن سبیل (صراطِ مستقیم) کو جاری رکھتے چلے جائیں۔ خدا تعالیٰ ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم بہر کیف اور بہرصورت عوام سے انصاف کا سلوک روا رکھیں۔ جو نبیٔ پاک ﷺ کے مذہب اور مقامِ محمود والوں کے احکامات کے مطابق ہو۔ مسجدوں، کالجوں، خانقاہوں اور تارک الدنیا کے گوشوں اور عبادتخانوں کی تعمیر کرو تا مختلف علوم کی تدریس اور تعلیمی ادارے ختم نہ ہو جائیں۔ اور نہ ہی یادگار تقاریب اور دینی فرائض پسِ پُشت چلے جائیں۔ اس امر کے پیشِ نظر کہ دنیاوی خوشحالی اور کنٹرول کے لامتناہی ہونے اور حکمرانی اور اختیارات کے مستقل ہونے کا انحصار محض اس امر پر ہے کہ سچائی اور راستبازی کی حمایت کی گئی ہو۔ اور بُت پرستی اور لادینیت سے پیدا ہونے والی سیاہ کاریوں کی خطّہ ارض سے بیخ کنی کی گئی ہو۔ برکت اور انعام کی خواہش کے ساتھ۔ پس ہم توقع کرتے ہیں کہ جلالۃ الملک اور مملکت کے شرفاء ہمارے ساتھ ان امور پر تعاون کریں گے اور ہمارے ساتھ مل کر مروّجہ شریعت کی بنیادوں کو مستحکم کریں گے۔

دوسرا خط جو فارسی میں مرقوم تھا براہِ راست اپیل کرتا ہے اور عربی کے اسلوب کی تزئین وآرائش سے منزّا ہے:

خدائے تعالیٰ نے دانشوری کی گہرائیوں میں جا کر اپنی قدرتِ تامہ سے حضرت آدم علیہ السلام کو تخلیق کیا۔ خدائے تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے بعض کو نبی اور رسول بنا کر لوگوں میں مبعوث فرمایا۔ تاکہ ان کو راست بازی کی طرف لے آئے۔ ان انبیاء میں سے بعضوں پر جیسے ابراہیم، موسیٰ، داؤد اور محمد (علیہا السلام) پر خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب نازل فرمائی اور شریعت بھی سکھلائی۔ ان کے زمانہ کے لوگوں کو خدا تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ اپنے اپنے مذہب اور شریعت کی پیروی کریں۔ ان تمام رسولوں نے لوگوں کو دعوت دی کہ وہ توحید پر ایمان لائیں اور خدا تعالیٰ کی عبادت کریں۔ سورج، چاند، ستاروں، بادشاہوں اور بتوں کی پرستش سے منع کیا۔ اگرچہ ان رسولوں میں سے ہر ایک کی شریعت الگ الگ تھی لیکن خدا تعالیٰ کی توحید کے مسئلہ پر ان سب کا اتفاق تھا۔ جب خدا تعالیٰ کی عنایت سے رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم حامل امور نبوت ہوئے تو تمام دوسری شریعتیں منسوخ

کر دی گئیں۔ وہ رسول اللہ اور نبی آخرالزماں تھے۔ تمام دنیا کیلئے مناسب اور لازم ہے کہ خواہ مالک ہوں، بادشاہ ہوں، وزیر ہوں، امیر یا غریب ہوں، چھوٹے یا بڑے ہوں، کہ اسکی شریعت کی پیروی کریں۔ اور گزشتہ تمام ادیان اور شریعتوں کو چھوڑ دیں۔ کچھ عرصہ گزرا چنگیز خان نے مسلح افواج تیار کر کے اپنے بعض جیالوں کو مختلف اطراف میں بادشاہوں اور ممالک کو روانہ کیا۔ جیسے (Juji Khan) جوجی خان کو سارے (Sary) کی سرحد پر اور کریم (Qarim) کو دشتِ کف چک (Dasht Qafchak) کی طرف۔ اسکے نتیجہ میں بعض حکمران مسلمان ہو گئے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے پیروکار بن گئے۔ ان حکمرانوں میں ازبیک خان، چانی (Chani) خان اور عرس خان شامل تھے۔ جن دنوں میں ہلاکو خان' خراسان، فرات اور اسکے نواحی ملکوں پر لمن الملک کی کوس بجا رہا تھا تو اس کے بعض جانشین بننے والے بیٹوں نے اپنے دلوں میں شریعت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کیلئے جگہ پائی اور اسطرح سے مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ اسلام کی ازلی برکت سے ہی ابدی سرفرازی ان کے حصہ میں آئی۔ مثال کے طور پر راستباز بادشاہ غازان، اور اُل جے تو سلطان اور خوش نصیب بادشاہ ابوسعید بہادر جن کے بعد میرا معظم باپ تیمور گُرگن تخت کا جانشین بن گیا۔ اسنے اپنے ماتحت تمام ممالک میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا نفاذ کیا۔ اور اسکے تمام ترعہدِ حکومت میں اسلامیان بدرجہ اتم خوشحالی سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ اب جبکہ خدا تعالیٰ کی عنایت اور مہربانی سے خراسان، فرات، اور ماوراء النہر وغیرہ کی سلطنت میری تحویل میں ہے تو ساری کی ساری سلطنت میں انتظام و انصرام نبیؐ پاک ﷺ کی خالص شریعت سے سرانجام پا رہا ہے۔ راستبازی واجب اور سیاہ کاری ممنوع ہے۔ لہٰذا چنگیز خان کی رسومات کو بالائے طاق رکھ دیا گیا ہے۔ اس وقت سے لے کر ابتک یہ امر مسلمہ اور محکم ہو چکا ہے کہ روزِ قیامت بخشش اور نجات کا انحصار اور دنیا و مافیہا کی حکمرانی اور شادمانی کا انحصار خدائے تعالیٰ کے احسان اور خالص دین اسلام کی پیروی پر ہے۔ پس ہمارے لئے لازمی ہے کہ اپنی رعایا سے انصاف اور مساوات کا برتاؤ کریں۔ میں پُر اُمید ہوں کہ خدائے تعالیٰ کے احسان اور انعام کے نتیجہ میں تم بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والے بن جاؤ گے اور اسلام کی تقویت کا باعث بنو گے۔ تا تم اس دنیا کی عارضی حکومت کے بدلہ میں آنے والی ابدی دنیا کی حکومت سے سودا کر لو۔

عبدالرزّاق السمر قندی، مطلع السعدین، صفحہ 60-61 ان تاریخی خطوط کو ریکارڈ میں لانے کے بعد سر ٹامس آرنلڈ یوں رقمطراز ہیں:

یہ بات انہونی ہے کہ ان خطوط نے اس بات کو بعد میں ضرب المثل بنا دیا کہ چین کے بادشاہوں میں سے ایک نے اپنا مذہب چھوڑ کر اسلام اختیار کر لیا تھا۔ اس بات کا حوالہ ہمیں مسلمان تاجروں کے علاوہ سیّد علی اکبر سے بھی ملتا ہے جس نے پیکنگ میں پندرھویں صدی کے آخری اور سولھویں صدی کے ابتدائی حصہ کے کئی سال گزارے تھے۔ کان جان خو کے شہر میں تیس ہزار سے بڑھ کر مسلمان خاندانوں کی آبادی تھی۔ وہ ٹیکسوں سے مستثنیٰ تھے۔ وہ بادشاہ کی عنایات سے مسرور تھے جس نے انہیں عطیۂ زمینیں دے رکھی تھیں۔ وہ اپنے مذہب کی اتباع میں مکمل رواداری سے شاداں و فرحاں تھے۔ اہلِ چین ان کے مذہب کو بہ نظر استحسان دیکھتے تھے۔ مذہب میں تبدیلی اختیار کرنے کی کھلی اجازت تھی۔ دارالحکومت میں ہی چار جامع مساجد پائی جاتی تھیں۔ اور سلطنت کے صوبوں میں مزید نوّے مساجد موجود تھیں۔ ان تمام مساجد کی تعمیر کے اخراجات کا متحمل بادشاہ ہوا تھا۔

کلمۂ آخر

اسلام ایک پھلنے پھولنے والا مذہب ہے اسکی عظیم الشان طاقت خدائے تعالیٰ سے مکالمہ اور اولیاء اللہ کے مشنری اقدامات میں مضمر ہے۔ اسلام کی اشاعت' متقی مسلمانوں کی بے لوث مساعی اور بنی نوع انسان کی خاطر وقف جذبات کی مرہونِ منت ہے۔ جسکی منہ بولتی مثال چین کی تاریخ میں ملتی ہے۔

نوٹ از مترجم: برادرم ڈاکٹر صاحب مرحوم نے یہ مقالہ 23 فروری 1992 کو مسجد محمود زیورک میں اسلام اور چین پر منعقد ہونے والی کانفرنس میں پڑھا۔ جو بعد میں ریویو آف ریلیجنز کے اپریل 1992 کے شمارہ کی زینت بنا۔ مضمون بالا کے مزید حوالہ جات اسی شمارہ میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔ اشاعتِ اسلام پر اعتراضات کے جوابات لکھنا آپ کا محبوب موضوع تھا۔ آپ کے ڈاکٹریٹ کا مقالہ اسی موضوع پر ہے جو کتابی شکل میں سلاطین ہند اور اشاعتِ اسلام کے نام سے شائع شدہ ہے۔ اس مقالہ پر آپ کو 1969 میں فضلِ عمر فاؤنڈیشن کی طرف سے انعام سے نوازا گیا۔

(محمد ادریس چودھری، جارجیا)

☆=====☆

بشارت بیت الذکر پیدروآباد سپین کی زیارت

---بعد ازاں مسجد قرطبہ اور الحمراء---

میر غلام احمد نسیم ایم۔اے مربی سلسلہ (ریٹائرڈ)

25جون 2009 کو ہمارا تین افراد پر مشتمل قافلہ نیوجرسی امریکہ سے سپین کے دارالحکومت میڈرڈ پہنچا۔میڈرڈ میں مقیم سلسلہ احمدیہ کے مربی عبدالصبور صاحب کے ہاں رات بسر کی۔ اگلے روز جماعت احمدیہ کے مرکز پیدروآباد پہنچے۔ پیدروآباد میں مسجد بشارت بہت ہی خوبصورت اور وسیع ہے۔جماعت کا مرکز بھی یہیں ہے۔مسجد سے ملحق زائرین کے قیام کیلئے کمرے ہیں اور قریب ہی ایک گیسٹ ہاؤس بھی ہے۔ پیدروآباد سے قرطبہ اور الحمراء زیادہ دُور نہیں۔چنانچہ ہمارے قافلے نے، جس میں خاکسار، خاکسار کی اہلیہ اور بیٹا ڈاکٹر میر شریف احمد شامل تھے، جماعت کے مرکزی مقام میں قیام کا فیصلہ کیا اور وہاں سے ایک روز مسلمان سپین کی یادگار مسجد قرطبہ کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور اگلے روز الحمراء دیکھنے گئے۔ان ہر دو مقامات کے ذکر سے قبل سپین میں ''احمدیہ مشن'' کے قیام اور خدمات کا مختصر ذکر پیش خدمت ہے۔

سپین میں دعوت الی اللہ کا آغاز

''مسلمانوں نے (سپین پر) 711 تا 1492 قریباً آٹھ سو برس تک نہایت شان وشوکت سے حکومت کی۔مگر بادشاہ فرڈینینڈ اور ملکہ ازبیلہ کے اس مشترکہ فرمان کے بعد کہ کوئی مسلمان سپین میں نہیں رہ سکتا' ہسپانوی مسلمان نہایت بے دردی اور سفاکی سے ختم کردیئے گئے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے سپین کی اس سرزمین پر از سرِنو لوائے اسلام لہرانے کیلئے یکم فروری 1936 کو ملک محمد شریف صاحب گجراتی کو قادیان سے روانہ فرمایا۔ ملک صاحب 10 مارچ1936 کو سپین کے دارالحکومت میڈرڈ میں وارد ہوئے۔ملک صاحب نے زبان سیکھنے کے ساتھ ساتھ میڈرڈ کے مختلف اشخاص تک پیغامِ حق پہنچانا شروع کیا۔ 15 مئی 1936 کو آپ نے صدر جمہوریہ سپین کو ان کی کامیابی پر مبارکباد کا خط لکھا۔ جس میں حضرت مسیح موعودؑ کی آمد کا بھی ذکر کردیا۔ 27نومبر 1936 میں سپین قیامت خیز جنگ کا میدان بن گیا۔جب حالات خطرناک صورت اختیار کرگئے تو برطانوی سفیر نے آپ کو سفارت خانہ میں بلایا اور حکماً میڈرڈ سے لندن بھیج دیئے گئے۔''

(تاریخِ احمدیت جلد 7صفحہ 339)

ملک صاحب کو سپین مجبوراً چھوڑنا پڑا۔لیکن وہ دعوت الی اللہ کے پیغام کو اس ملک میں پہنچانے میں کامیاب ہوئے اور چند افراد جماعت میں شامل ہوگئے۔ حالات بہتر ہونے پر 18دسمبر 1945 کو چودھری کرم الٰہی ظفر صاحب یورپ کیلئے 9 مربّیوں کے ساتھ لندن روانہ ہوئے۔14 جنوری 1946 کو انگلستان پہنچے۔ چند ماہ وہاں قیام رہا۔ 10جون 1946 کو مکرم چودھری کرم الٰہی ظفر صاحب اور مولوی محمد اسحٰق صاحب ساقی میڈرڈ، سپین پہنچے۔''

(تاریخ احمدیت جلد 10صفحہ 581)

چودھری کرم الٰہی ظفر صاحب نے سپین میں ہی قیام کر کے دعوت الی اللہ کو جاری رکھنے کا فیصلہ کیا۔وہاں کے ملکی حالات باقاعدہ مشن کے قیام کیلئے موزوں نہ تھے۔ چنانچہ آپ نے اپنے طور پر قوت لایموت کے حصول کیلئے فیصلہ کیا تا دعوت الی اللہ کا کام جاری رہ سکے۔مسجد بشارت میں قیام پذیر مربی سلسلہ نے بتایا کہ سپین

میں 1970 میں باقاعدہ مشن قائم کرنے کی اجازت ملی تو مشن کے مرکز کے قیام کیلئے جگہ حاصل کی گئی اور مشن ہاؤس اور مسجد کی تعمیر ہونے پر 1982 میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مسجد بشارت کا افتتاح فرمایا۔ سپین سے واپسی کے بعد حضورؒ نے خدّام کے اجتماع کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''سپین وہ ملک ہے جہاں آٹھ سو سال تک مسلمانوں نے حکومت کی۔ آٹھ سو سال کا عرصہ کوئی معمولی عرصہ نہیں ہوتا۔ اور ایسی شاندار حکومت کی کہ اس حکومت کے نتیجہ میں تمام سپین تمام مغرب کیلئے روشنی کا مینار بن گیا۔ عدل وانصاف کو قائم کیا۔ اور ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ہوا کہ تلوار کے زور سے کسی کو مسلمان بنایا ہو۔ اخلاقِ حسنہ کے نتیجہ میں اور مواعظہ حسنہ کے نتیجہ میں وہاں قبائل کے قبائل مسلمان ہوگئے۔ آٹھ سو سال کا عرصہ کوئی معمولی عرصہ نہیں۔ اس عرصہ میں تو قوموں کی تاریخ بنتی بھی ہے، بگڑتی بھی ہے۔ پھر بنتی ہے اور پھر بگڑ جاتی ہے۔۔۔''

(مشعلِ راہ جلدسوم صفحہ 75)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب سپین میں متعدد مقامات پر جماعتیں قائم ہیں۔ کئی سنٹر ہیں۔ مرکزی سنٹر پیدروآباد میں ہے۔ اس وقت 4 مرکزی مربی دعوت الی اللہ میں مصروف ہیں۔

یادوں کے جھروکے

نصف صدی سے زائد عرصہ ہوا کہ ایک تاریخی ناول پڑھنے کا اتفاق ہوا تھا۔ اس تاریخی ناول کا نام جہاں تک مجھے یاد ہے، طارق بن زیاد تھا۔ اس ناول میں تاریخی واقعات کو دلچسپ افسانوی رنگ میں پیش کیا گیا تھا جو کافی حد تک متاثرکن تھے۔ تحریر کا انداز کچھ اس طرح تھا کہ ایک نوجوان رسدی افواج کا سپہ سالار سمندر پار کر کے سپین کی سرزمین پر قدم رکھتا ہے۔ آگے دشمن اور پیچھے سمندر ہے۔ فتح وشکست دونوں کے امکانات ہیں۔ وہ ان کشتیوں کو جن پر وہ خود اور سپاہ وہاں پہنچتی ہے' نذرِ آتش کر دیتا ہے تا کہ یہ تصور ہی ختم ہو جائے کہ شکست کی صورت میں مراکش واپسی ہوسکتی ہے۔ اب سپاہ کیلئے فتح کا نام زندگی ہے اور زندگی کا نام فتح۔ تاہم انہیں فتح نصیب ہوئی۔ جلد ہی سارا جزیرہ نما جو اَب سپین اور پرتگال ہے فتح ہوگیا اور اکثر آبادی مسلمان ہوگئی۔ اسلامی حکومت قریباً آٹھ صدیاں قائم رہی۔ اس عرصہ حکومت کی مشہور باقیات میں مسجد قُرطبہ اور الحمراء قابلِ ذکر ہیں۔

نصف صدی قبل تاریخی ناول جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے' پڑھنے کا اتفاق ہوا تو سپین اور سپین میں واقعہ مسلمانوں کی حکومت کی باقیات خصوصاً الحمراء اور مسجد قُرطبہ دیکھنے کی خواہش پیدا ہوئی اور پھر گزشتہ تقریباً چھ دہائیوں میں برابر جاری رہی۔ کسی خواہش اور تمنا کے پورا ہونے کیلئے دعائیں خود بخود دل کی گہرائیوں سے نکلتی رہتی ہیں۔ چنانچہ ایسے ہوا کہ ہمیں گزشتہ سال پتہ چلا کہ ہمارے ایک عزیز سپین میں مربی سلسلہ ہیں۔ رابطہ کرنے پر انہوں نے سارے حالات سے آگاہ کیا اور ہمیں خوش آمدید کہنے پر تیار ہوگئے۔ مزید معلومات حاصل کرنے پر پتہ چلا کہ سپین میں مربی انچارج ہمارے بیٹے ڈاکٹر میر شریف احمد کے تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ میں ہم جماعت رہے ہیں اور کہ وہ جامعہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کرنے کے دوران میرے شاگرد بھی رہے ہیں اور وہ اس وقت جماعت کی مرکزی مسجد بشارت میں ہیں۔ چنانچہ ہمارا تین افراد کا قافلہ 27 جون 2009 کو میڈرڈ اور اگلے روز پیدروآباد پہنچ گیا۔

27 جون 2009 کو مسجد قُرطبہ کی زیارت کیلئے روانہ ہوئے۔ دل میں یہ آرزو تھی کہ مسجد جسے اب مسکیتہ کیتھیڈرل (Mezquita Cathedral) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، میں پہنچ کر دو نفل ادا کریں گے لیکن وہاں پہنچنے پر دربان نے ضروری ہدایات دیتے ہوئے یہ بھی کہا کہ یہاں کسی قسم کی ایسی حرکت کرنے کی اجازت نہیں جس سے یہ معلوم ہو کہ دعا کی جارہی ہے۔ مثلاً ہاتھ اُٹھا کر وغیرہ اور اگر کسی نے ایسا کیا تو فوراً حوالہ پولیس کر دیا جائے گا۔ یہ سنتے ہی میری زبان سے بے ساختہ کسی شاعر کا یہ شعر رواں ہوگیا

وہ سجدہ' روحِ زمین جس سے کانپ جاتی تھی
اسی کو آج ترستے ہیں منبرومحراب!

منبرومحراب تو موجود ہیں اور عربی زبان میں کندہ کلمات بھی کسی حد تک موجود ہیں۔ لیکن محراب تو کیا اس کے سامنے کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعائیں نہیں بلکہ ایسی صورت کا اظہار بھی ممنوع ہے۔ جس سے یہ معلوم ہو یا یہ تاثر ظاہر ہو کہ یہ شخص ماضی کی یادوں میں کھو کر کوئی التجا کر رہا ہے۔ گویا احساس زیاں کا تصور کرنا بھی

ممنوع ہے۔ مسجد بشارت کے انچارج مربی سید عبداللہ ندیم صاحب نے ایک خادم کو راہنمائی کیلئے ہمارے ساتھ بھجوادیا تھا جس نے مکمل تفصیلات سے ہمیں آگاہ کیا اور تمام ضروری اور اہم مقامات کی سیر کرائی۔ یادِ ماضی عذاب ہونے کے ساتھ سپین کے شاندار مستقبل، جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا ہے، کی اُمید دلوں میں لئے ہوئے اسی روز دن ڈھلے واپس مسجد بشارت پہنچے۔

الحمراء

مسجد بشارت سے اگلے روز غرناطہ (Granada) کیلئے روانہ ہوئے مقصد الحمراء (Alhambra) کی زیارت یا سیر تھا۔ مقامی وقت کے مطابق صبح 10 بجے الحمراء میں داخلہ شروع ہوتا تھا۔ ہم نے وقت لے رکھا تھا اور گائیڈ بھی مقرر تھا۔ ہم وقت مقررہ پر پہنچ گئے۔ قریباً 20 افراد کے گروپ کو لے کر راہنما اندر داخل ہوا۔ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد وہ اہم مقامات پر گروپ کو اکٹھا کرتا اور انگریزی اور پھر سپینش میں تفصیل بتاتا۔ کم وبیش تین گھنٹے صرف ہوئے۔ یہ مقام شہرہ آفاق ہے۔ اس پر متعدد کتب لکھی گئی ہیں اور لکھی جارہی ہیں۔ تصاویر بھی بکثرت ملتی ہیں۔ الحمراء کا عرصہ تعمیر، طرزِ تعمیر، شہرت اور پھر وہاں سے آخری مسلمان حکمران کی بے دخلی وغیرہ کی طویل داستان ہے۔ کسی نے اس کے بارے میں بڑے خوبصورت انداز میں اپنا تاثر بیان کیا جو وہاں کے ایک گیٹ کی ایک طرف کندہ ہے اور جس کا مفہوم کچھ اس طرح ہے۔

”عرصہ ہوا ان دیواروں کے سائے (بنانے والے) معدوم ہوگئے۔ لیکن یہ لاثانی فنِ صنعت اور تصورِ صنعت باقی ہے اور باقی رہے گا۔ تا آنکہ کائنات کی آخری بلبل یہاں اپنا گھونسلا بنائے گی اور الحمراء کی شاندار باقیات پر اپنی خوبصورت آواز میں الوداعی نغمہ الاپے گی۔۔۔“

جب آپؐ خیریت سے ہیں

جنگ احد میں ایک صحابیہؓ کے خاوند، بھائی اور والد شہید ہوگئے اسے باری باری ان کی شہادت کی خبر دی گئی مگر وہ یہی پوچھتی رہی کہ خدا کے رسول کا کیا حال ہے اور جب رسول اللہؐ کے چہرہ مبارک پر اس کی نظر پڑی تو کہنے لگی اگر آپؐ بخیریت ہیں تو پھر ہر مصیبت ہیچ اور بے حقیقت ہے۔

(سیرۃ ابن ہشام جلد 3 صفحہ 31 دار التوفیقہ للطباعہ بالازھر)

میرے ایشور میرے خدا

عظمیٰ وقار

میرے ایشور میرے خدا
مجھے اپنی اماں میں رکھ سدا

مجھے امتحاں میں نہ ڈال تُو ☆ میرے کام بھی سب نکال تُو
مجھے پتھروں کی خبر نہیں ☆ ان کی ٹھوکروں سے بچالے تُو

میرے ایشور میرے خدا
مجھے اپنی اماں میں رکھ سدا

میرے عیبوں کو بھی تُو ڈھانپ لے ☆ مجھے غلطیوں کی سزا نہ دے
میرے دل کو بھر دے نُور سے ☆ مجھے خوشیوں کی تُو خبر بھی دے

میرے ایشور میرے خدا
مجھے اپنی اماں میں رکھ سدا

میرے چار سُو تیرا فضل ہو ☆ میری توبہ تجھے قبول ہو
میں جو کروں اور جب کروں ☆ تیری رضا ہی میرا حصول ہو

میرے ایشور میرے خدا
مجھے اپنی اماں میں رکھ سدا

میں جانتی ہوں تجھے پائیں وہ ☆ تیرے در پہ سر کو جھکائیں جو
میں جھکا رہی ہوں جبیں کو پھر ☆ ساری دُور کردے ہیں بلائیں جو

میرے ایشور میرے خدا
مجھے اپنی اماں میں رکھ سدا

کوئی دکھ نہ ہو کوئی غم نہ ہو ☆ کوئی آنکھ بھی مجھ سے نم نہ ہو
کبھی مجھ سے کوئی ستم نہ ہو ☆ تیری رحمت بھی مجھ پہ کم نہ ہو

میرے ایشور میرے خدا
مجھے اپنی اماں میں رکھ سدا

لب پر درود، دل میں دعاؤں کے قافلے

محمد مقصود احمد منیبؔ

لب پر درود، دل میں دعاؤں کے قافلے
دیکھو اُتر رہے ہیں فرشتوں کے قافلے

خاموش احتجاج سے ہیں کان پھٹ رہے
تا بہ فلک نجیب صداؤں کے قافلے

اے آسماں کی آنکھ برس! دل کے داغ دھو!
ربوہ کو چل پڑے ہیں شہیدوں کے قافلے

ہے اوڑھ لی گُلوں نے تو ربوہ کی سرزمیں
چھاتی پہ کِھل رہے ہیں گلابوں کے قافلے

ربوہ کی سرزمین کے زخموں کو بھر گئے
لاہور سے جو آئے تھے لاشوں کے قافلے

شاہد اُٹھا کے لائے ہیں مقتول مشعلیں
مشہود بن گئے ہیں حوالوں کے قافلے

بن کر سوال کٹ گئے اہلِ قلم کے سر
لکھتے ہیں خون سے ہی جوابوں کے قافلے

لختِ جگر کہیں ہے تو سرتاج ہے کہیں
کٹ کٹ کے گر رہے ہیں شہیدوں کے قافلے

ارضِ وطن کو کھا گئی کس کی نظر منیبؔ
اپنوں کے بازوؤں میں ہیں اپنوں کے قافلے

عزیزم شہاب احتشام جنجوعہ

کی حادثاتی وفات پر دُعائیہ اشعار

محمد ظفر اللہ خان ۔ فلاڈلفیا

صحنِ مسجد میں اُترتی ہے جو بچوں کی صدا
ایک آواز سُنائی نہیں دیتی اُن میں

زندگی کے سبھی رنگوں سے وہ معمور نظر
مُعطیٔ نورِ حقیقی نے بُجھا دی اُن میں

نیک دل، نیک صفت، آنکھ کا تارا تھا شہاب
باادب ۔ اپنے بزرگوں کا دُلارا تھا شہاب

وہ خلیق اور ملنسار تھا یوں سب کے لئے
اس جماعت کے سب اطفال کو پیارا تھا شہاب

ہیں تہہِ خاک سب اک روز سمانے والے
ہم ہیں راضی برضا جان لٹانے والے

تیرا حق ۔ تیری امانت تھی سو واپس لے لی
جان و دل تجھ پہ فدا ہوں ۔ اے بُلانے والے

تو نے اب رختِ سفر باندھ لیا روحِ شہاب
الوداع سوئے رہِ دارِ جزا روحِ شہاب

مُصطفٰیؐ کی ہوں محبت کی نگاہیں تجھ پر
اور حامی ہو وہاں تیرا خدا روحِ شہاب

خیرالنّاس

قرۃالعین سیماب

لکھا گیا ہے آسمان پر ہمیں خیرالناس	ملاؤ خاک میں، خاک کو آسمان کردیں گے
اک شور جو برپا ہے زمانے کے سوالوں میں	ہم جو بولیں گےتو پھرسب کولا جواب کردیں گے
ہمیں کافر دجال کہہ کر بلانے والو	چمکا کر دینِ اسلام بفضلِ خدا آفتاب کردیں گے
احمدیت کو مٹاتے مٹاتے مٹ گئی اک دُنیا	پر نہ مٹیں گے خدا کے نور سے زماں کو بھردیں گے
جو بہاتے ہو خوں ہمارا تو صلہ کیا ملا ہے	ہم پھر بھی دعاؤں سے آسماں کو بھر دیں گے
ہمارے خون کی قیمت تم کیا جانو کہ کیا ہے	ہمارے خون ہر لیل کو سحر کردیں گے
خدا کے قہر سے ہیں خدا کی اماں میں ہم	ایمان و ایقان کا میٹھا سا ثمر دیں گے

آج پھر۔۔۔(28 مئی، لاہور)

خولہ ہمایوں

آج پھر یہ آنکھ بھر گئی، آج پھر یہ دل ڈوب گیا
آج پھر ایک ماں کا جگر کٹ گیا، آج پھر ایک باپ کا دل تڑپ اُٹھا
آج پھر یہ زمیں لال ہوئی، آج پھر آسماں تھرّا گیا
آج پھر یہ آنسوؤں کا سمندر بہہ گیا،
آج پھر۔۔۔آج پھر۔۔۔آج پھر
اے کاش، اے کاش،
آج یہ آنسو تھم جائیں یہ دل سنبھل جائے
آج بھی ایماں نے یہی کہا، آج پھر دل سے یہی صدا اٹھی
محبت سب کیلئے نفرت کسی سے نہیں
آج پھر۔۔۔آج پھر۔۔۔آج پھر

عقل کے اندھوں کو حائل ہو گئے سو سو حجاب

محمد شریف خان ۔ فلاڈلفیا، امریکہ

اب جب کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضرت مسیح الزماں علیہ السلام کے خداداد علم کلام قرآن و احادیث نے معاندین احمدیت کے منہ بند کر دیئے ہیں۔ اور تو انہیں کچھ نہیں سوجھتا بچارے ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مار کر طرح طرح کے درفتنیاں چھوڑتے رہتے ہیں، کہ کہیں تو ہاتھ پڑے، مگران کی یہ بار بار کی کوششیں بے سود اور ان کے عقلی فقدان پر مہر ثبت کئے جا رہی ہیں۔ اسکی شاہکار مثال حضرت مرزا ناصر احمد رحمہ اللہ کے ''جعلی بیٹے'' کا دجل ہے۔ جس میں ایک اوباش مزاج نے اپنے چیلے کو پکڑ کر ٹانگوں پر گلی بازار کے بینرز لپیٹ کر یہ تأثر دیا کہ احمدیوں نے اُسے احمدیت چھوڑنے پر مارا پیٹا ہے۔ اور پھر ایکسپریس نیوز کے میزبان مبشر لقمان سے یہ سہو ہوا کہ تحقیق و تفتیش کے بغیر یہ بے سروپا افسانہ چلا دیا۔ بعد میں ایک اور پروگرام میں انہوں نے اس کذب بیانی کا پردہ چاک کیا۔ ''مدعی لڑکے'' کی والدہ نے MTA پر آکر دجل کے اس تابوت میں آخری کیل بھی ٹھونک دی۔

اسی طرح کی کوشش کا تازہ شاہکار روزنامہ پاکستان کے شمارہ 12 فروری 2010 میں نعیم ملک صاحب کا مضمون بعنوان ''مرزا غلام احمد قادیانی کی سائنسی ایجادات'' چھپا ہے۔ جس میں مصنف نے حضور علیہ السلام کی مایہ ناز کتاب ''چشمہ معرفت'' (مطبوعہ 15 مئی 1908) کے کچھ حصوں کو ہدفِ تنقید بنایا ہے۔

حیرت ہے جو شخص مسلمان کہلانے اور ''چشمہ معرفت'' جیسی کتاب کو پڑھنے کا دعویٰ کرتا ہے کس طرح اس پر اعتراض کرنے کی جرأت کر سکتا ہے جو اسلام اور بانی اسلام کے عشق میں ڈوب کر آریہ سماجیوں کی دشنام دہی کے جواب میں لکھی گئی، اور اس کے ورق ورق پر اسلام کی حقانیت پر دلائل قاطع دیئے گئے ہیں، اور معاند اسلام آریوں کے معتقدات کا ردّ دلائل سے کیا گیا ہے۔ یہ سب کچھ اس زمانے میں ہو رہا ہے جس میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق مسیح محمدی کی تائید اور توصیف میں انتشار صحف اور طرح طرح کی ایجادات کا زمانہ ہے۔ برا ہو جہالت اور تعصب کی کالی پٹی کا جس کے باعث وہ روشنی جو جزیرہ نما عرب سے نکل کر اکنافِ عالم کو روشن کر گئی، تیرہ باطن کفار کو نظر نہ آئی۔ حضور علیہ السلام کی اس تصنیفِ لطیف نے جہاں بے شمار معاند آریہ سماجیوں کے دلوں میں نبیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کی شمع روشن کر دی اور انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لا ڈالا، نعیم صاحب کو اس میں صرف کیڑے نظر آئے۔ کیا خوب کسی نے کہا ہے ع

فکرِ ہر کس بہ ہمتِ اوست

کتاب ''چشمہ معرفت'' اُس زمانے کی تحریر ہے جب اسلام پر عیسائی، ہندو، بدھ اور دہریئے الغرض ہر مذہب اور گروہ حملہ آور تھا۔ اور اُس وقت کے مولوی اور پڑھے لکھے مسلمان مجرمانہ چپ سادھے گم سم ڈر کر اپنے حجروں میں دبکے پڑے تھے۔ اور ان کے خود ساختہ مسلمات کی کمزوری کی وجہ سے بے یار و مددگار مسلمان اپنے دینِ متین کو خیر باد کہتے ہوئے دھڑا دھڑ عیسائی اور ہندو ہو رہے تھے۔ اُس وقت مسیحِ دوراں علیہ السلام خدائی حکم کے تحت اکیلے ان مخالفوں کا چومکھی مقابلہ کر رہے تھے۔ اور دلائل قاطعہ سے ان سارے حملہ آوروں کو تتر بتر کر رہے تھے۔ برا ہو تعصب کا مولوی حضرات مسیح وقت کا ساتھ دینے کی بجائے، مخالفینِ اسلام کے ہاتھ مضبوط کرتے رہے اور ابتک یہ اندھا تعصب جاری و ساری ہے۔ اور اسکا نیا شاہکار یہ نعیم ملک صاحب ہیں جو ایڑیاں اٹھا اٹھا کر مخالفینِ اسلام کی صف میں کھڑے ہونے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔

حضور علیہ السلام نے کتاب کے سرورق پر جلی حروف میں کتاب کے لکھنے کی غرض و غایت یوں بیان فرمائی ہے:

''یہ کتاب آریہ صاحبوں کے اس مضمون کے جواب میں ہے جسکو انہوں نے

اپنے مذہبی جلسہ میں 3 دسمبر 1907 میں بمواجہ چار سو معزز ہماری جماعت کے مسلمانوں کے خود انکو اپنے گھر میں بلا کر سنایا تھا جو ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور دشنام دہی سے پُر تھا جس میں دین اسلام پر جا بجا توہین اور ہنسی ٹھٹھا کیا گیا تھا اور نہایت شوخی سے گندی گالیاں دے کر بے جا تہمتیں ہمارے مقدس ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لگا کر صدہا مسلمانوں کو خود مدعو کر کے نہایت دکھ دیا تھا اور اس کتاب کا نام ہے چشمہ معرفت''۔

حضور علیہ السلام کے اس نوٹ سے ظاہر ہے کہ آریوں نے ایک مذہبی جلسے کی طرح ڈالی اور تحریری یقین دلایا کہ'' یہ جلسہ ایک مذہبی جلسہ ہو گا، کسی فریق کا مضمون خلاف تہذیب نہ ہوگا''۔ اس یقین دہانی پر حضور نے اپنے معتقدین کو جلسہ میں شامل ہونے کا ارشاد فرمایا اور اسلام کی حقانیت پر بغیر کسی کو اشتعال دلائے ایک مبسوط مضمون تحریر فرمایا جو اس جلسہ میں پڑھا گیا، جلسہ میں داخلہ بذریعہ ٹکٹ تھا اور ان کے مقرر نے اپنے مضمون میں تمام وعدوں کو بالائے طاق رکھ کر اسلامی مسلمات کا مذاق اڑایا، اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک مطہر زندگی پر اتہامات لگائے۔ جب اسکی اطلاع حضرت مسیح موعودؑ کو ہوئی تو حضور کو سخت قلق ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور زاری کی اور مذکورہ کتاب کے ذریعہ آریہ سماجیوں کے اعتراضات کا نہ صرف جواب دیا بلکہ ان کے اعتقادات کا بودہ پن ثابت کر کے اسلام کا ارفع اعلیٰ مقام ثابت کیا۔

حضور نے چیلنج کیا'' ہم دس ہزار روپے کی جائیداد ایسے شخص کو دے سکتے ہیں کہ جو پرمیشر کا وجود ثابت کر کے دکھلا دے ورنہ خالی وید وید کرنا سراسر جائے شرم۔''

اب آتے ہیں نعیم ملک صاحب کے اعتراضات کی طرف۔ ذہن میں رہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سائنس دان نہیں تھے، اور نہ کبھی آپ نے اسکا دعویٰ کیا۔ آپ کا قرآن اور احادیث کی پیشگوئیوں کے مطابق دعویٰ مسیح و مہدی کا تھا۔ آپ کے سپرد مسلمانوں کی اصلاح و بہبود تھی۔ اور جو غلط اعتقادات مسلمانوں میں در آئے تھے انہیں خدا تعالیٰ کی راہنمائی سے دور کرنا اور صحیح اسلامی اقدار کو قائم کرنا تھا۔ چنانچہ آپ نے عرفِ عام میں جانی پہچانی مثالوں سے ہندو عقائد کو بودا ثابت کیا ہے۔ جسے نعیم ملک صاحب نے تعصب سے'' سائنسی ایجادات'' کا نام دے کر اپنے عقلی دیوالیہ پن کو ثابت کیا ہے۔ وائے حسرت اس وقت کے مسلمان فلاسفر اور سائنسدان دین کی حمایت میں نہ اٹھے۔

آریہ خدا کے قادر، محی و ممیت وجود سے انکاری ہیں اور کہتے ہیں ارواح اور مادہ انادی ہیں (ہمیشہ سے ہیں) پرمیشر کا کام صرف انہیں اِدھر اُدھر سے پکڑ کر جوڑنا جاڑنا ہے۔ اسلام جس قادر و مطلق خدا پر یقین رکھتا ہے اسکی تو کوئی ضرورت نہیں۔ اسی طرح بعث بعد موت کا عقیدہ باطل ہے۔ موت کے بعد روح فضا میں چکر کھاتی رہتی ہے اور شبنم کے ساتھ گھاس پات پر گرتی ہے۔ جسے مرد اور عورت کھاتے ہیں۔ روح رحمِ مادر میں گر کر نشوونما پاتی ہے اور بچے کی شکل میں پیدا ہوتی ہے۔ اس میں خدا کا کوئی کمال اور عمل نہیں۔ پھر موت کے بعد روح اپنے اعمال کے لحاظ سے جونیں بدلتی رہتی ہے، کبھی گھوڑے، گائے، بکری، چوہے، کیڑے مکوڑے وغیرہ کی اشکال اختیار کرتی ہے، جب تک وہ نجات حاصل نہ کر لے اس آواگون کے چکر سے نکل نہیں سکتی۔

حضور صفحہ 139 پر فرماتے ہیں'' طبعی تحقیقاتوں سے ثابت ہے کہ زمین کی ہر چیز میں ایک جاندار کیڑے کا مادہ موجود ہے۔ یہانتک کہ زنگ خوردہ لوہے میں بھی کیڑا پیدا ہوتا ہے''۔ کیا حضور نے آسان زبان میں biogenesis (کہ زندہ اجسام زندہ اجسام سے ہی پیدا ہوتے ہیں) کی تعریف نہیں کر دی۔ اور آریوں کے مسلک کو بیخ و بُن سے اکھاڑ نہیں پھینکا؟

حضور نے عرفِ عام کے مشاہدات بیان فرمائے ہیں اور کہیں نہیں کہا کہ حضور کو ان پر یقین ہے: کہ گوشت کھلا پڑا رہے تو اس میں جراثیم اور سونڈیاں پیدا ہو جاتیں ہیں، زمین کی گہرائی میں مختلف حشرات اور مینڈک پائے جاتے، باسی دودھ میں کچھ ہی عرصے میں مختلف کیڑے (بیکٹیریا) پیدا ہو جاتے ہیں۔ روح فضا سے نہیں گرتی بلکہ زمین میں کئی کیڑے مکوڑوں اور پودوں کا مادہ (سپور) اور بیج (انڈوں) کی شکل میں پایا جاتا، جو ذرا سے نم سے پھوٹ کر اس قسم کی روئیدگی اور ان اقسام کی حیوانی اشکال میں ظاہر ہوتا ہے۔ طب کی کتب میں مختلف جانوروں کی پیدائش ان کے ہم شکل پودوں سے بیان کی گئی ہے۔ حضور تو یہ ثابت کر رہے ہیں کہ کیا ان پرندوں کی روح ان پودوں پر گر کر پرندے کی شکل اختیار کر جاتی ہے؟ بڑ، انجیر قبیل کے درختوں کے بند پھل میں کیا آسمان سے کیڑوں کی روح گرتی ہے، جب پھل کو کاٹا جاتا ہے تو یہ کیڑے نکل کر اُڑ جاتے ہیں۔ دراصل ان کیڑوں کا مادہ کچے پھل میں (انڈے) داخل کر دیتی ہے، جس میں

کیڑے پل بڑھ جاتے ہیں۔آجکل (Hypothermal origin of life) کا نظریہ سائنسدانوں میں رائج ہورہا ہے۔سمندر کی گہرائیوں میں زمین کے جوف کی دراڑوں سے گرم پانی (جسکا درجہ حرارت آٹھ سوڈگری فارن ہیٹ ہوتا ہے) فواروں کی شکل میں مختلف معدنیات سے لدا ہوا ابلتا رہتا ہے۔جنہیں (Hypothermal vents) کہا جاتا ہے،اس ماحول میں مختلف اقسام کی حیوانی زندگی کا اژدحام ہوتا ہے،خیال کیا جاتا ہے اس ماحول میں iron sulphide (جولوہے کے زنگ کی طرح کا مرکب ہے) اور دوسرے مرکبات کے ملاپ سے زندگی کا آغاز اس گرم ماحول میں ہوا ہوگا۔

طب یونانی میں دھاتوں کا کشتہ کرنا تو عام بات ہے،جس میں مختلف دھاتوں کو ملا کر جلایا جاتا ہے،چنانچہ لوہے کا کشتہ بنایا جاتا ہے اور خون کی کمی میں استعمال کیا جاتا ہے،سم الفار کا کشتہ مارا جاتا ہے اور مختلف بیماریوں میں اکسیر بیان کیا جاتا ہے،وغیرہ۔

اب بتائیں حضور علیہ السلام نے کون سی اچھنبے کی بات کہہ دی تھی، بلکہ یہ ثبوت ہے کہ اللہ کے فضل سے آپ کا علم،علوم کی ترقی کے ساتھ ساتھ تھا۔

حضور علیہ السلام نے یہ تمام نظائر ہندو عقائد کے بطلان میں بیان کئے تھے۔ جائے افسوس ہے نعیم ملک صاحب اپنے علماء ظواہر کی طرح اسلامی عقائد کی جگہ ہندو عقائد کی طرف داری کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

سوال اٹھتا ہے،اس زمانے میں آپ کے علماء ظواہر کہاں سو رہے تھے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام تن تنہا سناتن دھرمیوں،عیسائیوں وغیرہ کا مقابلہ کر رہے تھے۔ ظاہر ہے کیوں سامنے آتے، انہیں اپنی درگا ہوں، روٹیوں اور سیاستوں سے فراغت ملتی تو آتے۔حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے لئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مامور کیا گیا تھا،آپکو علمِ کلام عطا کیا گیا تھا جسکی کاری ضربوں سے آپ نے طاغوتی طاقتوں کا سر کچل کر رکھ دیا۔

نعیم صاحب کے کہنے کے مطابق انہوں نے اس لا ثانی کتاب کا بغور مطالعہ کیا ہے اور دوسروں کو بھی اس کے پڑھنے کی ترغیب دیتے ہیں۔مگر میں حیران ہوں کیسے ایک فہم و عقل سے متصف شخص اس کتاب کا بغور مطالعہ کرے اور وہ ان دلائل سے جو حضور نے اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے بیان فرمائے ہیں متاثر نہ ہو۔ایسا لگتا ہے یہ علم کلام نعیم صاحب کے دنیادار سر پر سے بغیر اثر کئے گزر گیا ہے یا اتنے بے غیرت ہیں کہ کتاب کے صفحات 324 سے 327 پر جو مسلمانوں کے مختلف طبقات کی دگرگوں حالت کا نقشہ کھینچا ہے جس کے باعث اُس وقت کے اندازے کے مطابق دولاکھ سے زائد مسلمان عیسائی ہو گئے تھے، اور ''وہی لوگ جو ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بغیر درود پڑھنے کے نہیں لیتے تھے اب مرتد ہونے کے بعد جناب ممدوح کو گندی گالیاں دیتے اور گندی تصانیف شائع کرتے ہیں۔اور جو کتابیں اسلام کے رد میں لکھی گئیں اگر وہ ایک جگہ اکٹھی کی جائیں تو کئی پہاڑوں کے موافق ان کی ضخامت ہوتی ہے۔پس اس سے زیادہ کونسی ماتم کی جگہ ہے کہ نہ اسلام کی اندرونی حالت دل کو خوش کر سکتی ہے اور نہ اس کے بیرونی دشمن ایسے منصف مزاج نظر آتے ہیں کہ جو خدا سے ڈر کر اپنی شرارتوں سے باز آجائیں''۔

کیا نعیم ملک صاحب اپنے ''علماء'' کو نہیں جانتے جو ''اسلام کے رہزن ہیں، نہ راستبازی کے طریق پر آپ قدم مارتے ہیں اور نہ کسی اپنے پیر و کو مارنے دیتے ہیں اور وہ خدا کے سلسلہ کے درندوں کی طرح دشمن ہیں تو تقویٰ طہارت سے ایسے الگ ہیں جیسے اندھیری رات روشنی سے الگ ہوتی ہے اُن کی مشیخت اور انانیت اُن کو اجازت نہیں دیتی کہ حق بات کو قبول کریں''۔آج جو پاکستان کے مختلف علاقوں میں خونریزی ہو رہی ہے، کیا یہی اسلامی تعلیمات ہیں۔کیا ان شرارتوں کے پیچھے کسی مولانا کا مکروہ عمامے میں لپٹا چہرہ نہیں؟؟؟

اللہ اللہ دشمنانِ اسلام کے آلہ کار جن لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت کی جب آپ کے سامنے آئے آپکی دعا اور اللہ قہار کی پھٹکار سے پھڑک پھڑک کر مرے تو بھی ان کوردلِ مولویوں کی طرح نعیم صاحب بھی اس میں بھی کیڑے نکالنے سے باز نہیں آئے۔آیئے ان معاندینِ سلسلہ کا ذکر کریں جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ترقی دیکھ کر حسرت سے مرے۔جنکا ملک نعیم صاحب نے اپنے اس مضمون میں بڑے طمطراق سے ذکر کیا ہے۔

ڈاکٹر عبدالحکیم

یہ صاحب سالہا سال تک احمدی رہے۔خوش عقیدہ اور تابع فرمان، دماغ میں نخوت کا کیڑا ایکا یک جو ہلا کہنے لگے:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے بغیر بھی نجات مل سکتی ہے''۔

جس کے باعث انہیں جماعت سے نکال دیا گیا۔ پھر یہ صاحب ملہم بن کر زمانے کے بلعم باعور بن گئے اور آئے دن حضرت مسیح موعود کی وفات کے بارے میں پے در پے پشینگوئیاں کرنے لگے، جو بار بار جھوٹی نکلتیں۔ جس پر مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اپنے رسالہ میں درجِ ذیل تبصرہ کر کے اسے جھوٹا ثابت کیا:

''ہم خدا لگتی کہنے سے رک نہیں سکتے کہ ڈاکٹر صاحب اگر اسی پر بس کرتے یعنی 14 ماہ یہ پشینگوئی کر کے مرزا کی موت کی تاریخ مقرر نہ کر دیتے، جیسا کہ انہوں نے کیا۔ چنانچہ 15 مئی 1908 کے اہلحدیث میں انکے الہامات درج ہیں کہ 21 ساون یعنی 14 اگست کو مرزا مرے گا۔ تو آج وہ اعتراض نہ ہوتا جو معزز ایڈیٹر پیسہ اخبار نے ڈاکٹر صاحب کے الہامات پر چبھتا ہوا کیا ہے کہ ''21 ساون'' کی بجائے 21 ساون تک'' ہوتا تو خوب ہوتا''۔ اہلحدیث 12 جون 1908

حضور کی وفات کے بعد اللہ نے انہیں 1914 تک زندہ رکھا، چنانچہ یہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ اور حضرت خلیفہ المسیح الثانیؓ کے درخشاں دورِ خلافت میں سلسلہ احمدیہ عالیہ کی روز افزوں ترقی دیکھ کر اپنے خائب و خاسر ہونے پر مہر ثبت کر گئے۔

مولوی ثناء اللہ امرتسری

اللہ تعالیٰ مختلف طریق پر اپنے فرستادوں کے دشمنوں کو سزا دیتا ہے، بعض جلد ہلاک ہو کر نشانِ عبرت بنتے ہیں جبکہ دوسرے خدا کے فرستادہ کی ترقی دیکھ کر حسرت بھری موت کے حوالے ہوتے ہیں، ان میں ایک مولوی ثناء اللہ امرتسری تھے۔ جو سالہا سال حضرت مسیح موعود کے علم وفضل کی معترف رہے۔ مگر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو مسیح و مہدی کے اعلیٰ منصب پر مامور کیا، تو مولوی صاحب بدک گئے اور اپنی باقی ماندہ زندگی ایڑی سے چوٹی تک زور لگا کر مخالفت کرتے رہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق احمدیت کے سیلِ رواں کو روک نہ سکے۔

اور پھر دیکھئے قدرت کی ستم ظریفی ملک کے بٹوارے کے بعد سرگودہا میں اُٹھ آئے، اپنی آنکھوں سے جماعت کا بحفاظت قادیان سے ہجرت کرنا دیکھا، ربوہ کی بے آب وگیاہ وادی میں سرسبز روز افزوں ترقی پذیر ہنستا بستا شہر آباد ہوتے دیکھا۔ ذرا خیال کیجیئے مولانا موصوف کے بوڑھے نحیف دل پر کیا گزرتی ہوگی، کیا کیا حسرتیں دل میں چبھتی ہوں گی؟

مولوی عبدالمجید سوہدری نے اپنی کتاب سیرت ثنائی کے صفحات 389 تا 390 میں جو دردناک حالاتِ وفات مولانا کے تحریر کئے ہیں انہیں پڑھکر ایک شریف آدمی کا سینہ شق ہوتا اور خدائی ارشاد انی مُھینُ من اراد اھانتکَ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ نعیم ملک صاحب کتاب حاصل کر کے مطالعہ کریں اور استغفار کریں کہ کس فرستادۂ حق کی شان میں گستاخی کر رہے ہیں! اگر یہ کتاب دستیاب نہیں تو اخبار الاعتصام 15 جون 1962 کا صفحہ 10 کا مطالعہ کر لیں۔ اگر کہیں نہیں ملتا تو میں یہاں درج کر دیتا ہوں۔ خدا کی قہری تجلی سے ڈریں استغفار پڑھیں:

''اگست 1947 میں امرتسر نہایت قیامتِ صغریٰ کا نمونہ پیش کر رہا تھا۔ فسادات کے ہلاکت خیز طوفانوں نے مولانا کے اقامت گاہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور ہر چند کہ وُہ اپنے دیگر عزیزوں کے ہمراہ سلامتی سے نکل آنے میں کامیاب ہو گئے لیکن انکی آنکھوں کے سامنے ان کا جوان اکلوتا بیٹا عطاء اللہ جس بری طرح ذبح کیا گیا اُس نے اُن کے قلب وجگر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ پاکستان میں تشریف لا کر مولانا کچھ عرصہ تک گوجرانوالہ میں ٹھہرے اور پھر وہاں سے سرگودہا جا کر اقامت پذیر ہوئے اور وہیں چند ماہ کے بعد اپنے اللہ کے حضور تشریف لے گئے''۔

اب آیئے آپکی مزید تسلی آپ کے مولانا عبدالرحیم صاحب اشرف صاحب کرتے ہیں۔ اور برملا معاند مولویوں کی ناکامیوں کا اعتراف کرتے ہیں:

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ترقی اور معاند مولویوں کی ناکامی کا اعتراف

نعیم ملک صاحب! شاید آپ مولوی عبدالرحیم صاحب اشرف کو جانتے ہوں گے، موصوف بھی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے منجملہ معاندین کی طرح بھولی بسری داستاں ہیں۔ کبھی لائلپور حال فیصل آباد میں کوئی مدرسہ چلاتے تھے، اور جماعت کے شدید معاند تھے مگر اس کے باوجود ہم انکی سچی گواہی کی وجہ سے انہیں یاد کرتے ہیں۔ انہوں نے 1956 میں اپنے اخبار المنیر 23 فروری میں تحریر کیا۔ ملک نعیم صاحب ذرا حوصلے سے پڑھیں:

''ہمارے واجب الاحترام بزرگوں نے اپنی تمام تر صلاحیتوں سے قادیانیت کا مقابلہ کیا لیکن حقیقت سب کے سامنے ہے کہ قادیانی جماعت پہلے سے زیادہ مستحکم اور وسیع ہوتی گئی۔ مرزا صاحب کے مقابلہ میں جن لوگوں نے کام کیا، ان میں اکثر تقویٰ۔ تعلق باللہ۔ دیانت۔ خلوص۔ علم اور اثر کے اعتبار سے پہاڑوں جیسی شخصیت رکھتے تھے۔ سید نذیر حسین صاحب دہلوی۔ مولانا انور شاہ صاحب دیو بندی۔ مولانا محمد حسین بٹالوی۔ مولانا عبد الجبار غزنوی۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری اور دوسرے اکابر کے بارے میں ہمارا حسن ظن یہی ہے کہ یہ بزرگ قادیانیت کی مخالفت میں مخلص تھے اور انکا اثر و رسوخ بھی اتنا زیادہ تھا کہ مسلمانوں میں بہت کم ایسے اشخاص ہوئے ہیں جو انکے ہم پایہ ہوں۔ اگر چہ یہ الفاظ سننے اور پڑھنے والوں کیلئے تکلیف دہ ہونگے اور قادیانی اخبار اور رسائل چند دن انہیں اپنی تائید میں پیش کر کے خوش ہوتے رہیں گے۔ لیکن ہم اس کے باوجود اس تلخ نوائی پر مجبور ہیں کہ ان اکابر کی تمام کاوشوں کے باوجود قادیانی جماعت میں اضافہ ہوا ہے۔ متحدہ ہندوستان میں قادیانی بڑھتے رہے۔ تقسیم کے بعد اس گروہ نے پاکستان میں نہ صرف پاؤں جمائے بلکہ انکی تعداد میں اضافہ ہوا وہاں انکا یہ حال ہے کہ ایک طرف تو روس اور امریکہ سے سرکاری سطح پر آنے والے سائنسدان ربوہ آتے ہیں اور دوسری جانب 53 کے عظیم تر ہنگامہ کے باوجود قادیانی جماعت اس کوشش میں ہے کہ اسکا 57-1956 کا بجٹ پچیس لاکھ روپے ہو''۔

اب سال 2010 چل رہا ہے۔ جماعت کی ترقی کا اندازہ خود کرلیں، جو باوجود مولویانہ اور حکومتی رکاوٹوں کے چار دانگ عالم میں الٰہی نوشتوں کی برکت سے پھیل رہی ہے۔ جماعت کے ہر شعبے کا بجٹ کروڑوں اربوں روپے میں شمار ہوتا ہے۔ اور جماعت کے مخالف مولوی اب جھنجھنا کر پاکستان کے غریب عوام کو دونوں ہاتھوں سے لوٹتے تو پہلے ہی تھے اب انکے گلے کاٹ کر خون پینے پر لگ بیٹھے ہیں۔ بھلا ان کے احوال نعیم صاحب سے بہتر اور کون جان سکتا ہے۔ یہ ہے شاخسانہ امام وقت کے انکار اور تکذیب کا انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

ذرا خیال کیجئے اور سوچیئے ہر زہر اور ہر روک جو جماعت کے راستے میں حائل کی جاتی ہے وہ جماعت کی دن دوگنی رات چوگنی ترقی کا باعث کیوں بنتی ہے؟؟؟

احادیث

محمد بن عبد الرحیم نے ہم سے بیان کیا کہ سعید بن سلیمان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: ہشیم (بن بشیر) نے ہمیں خبر دی، کہا: عبید اللہ بن ابی بکر بن انس نے ہمیں بتایا۔ حضرت انسؓ (بن مالک) سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ عید الفطر کے دن نہ نکلتے۔ جب تک کچھ کھجوریں نہ کھا لیتے۔ مرجّا بن رجاء نے کہا: عبید اللہ (بن ابی بکر) نے مجھ سے بیان کیا، کہا: حضرت انسؓ نے نبی ﷺ سے روایت کرتے ہوئے مجھے بھی یہی بتایا (اور کہا:) اور آپؐ انہیں طاق صورت میں کھاتے۔

(صحیح بخاری حدیث نمبر953)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کہتے تھے: حضرت عمرؓ نے ایک گاڑھے ریشمی کپڑے کا چوغہ جو بازار میں بک رہا تھا، لیا اور (اسے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے اور کہا: یا رسول اللہ! آپؐ اسے لے لیں۔ عید کے دن اور قاصدوں کی ملاقات کیلئے اسے زیب تن فرمایا کریں، تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: یہ لباس تو ان لوگوں کا ہے جو (آخرت میں) بے نصیب ہیں۔ (یہ سن کر) حضرت عمرؓ جب تک بھی اللہ نے چاہا ٹھہرے رہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے ایک ریشمی چوغہ ان کو بھیجا۔ حضرت عمرؓ اس کو لے کر رسول اللہ کے پاس آئے اور کہا: یا رسول اللہ! آپؐ نے تو فرمایا تھا: یہ ان کا لباس جو (آخرت میں) بے نصیب ہیں اور آپؐ نے مجھے یہ چوغہ بھیج دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: آپؓ اس کو بیچ دیں اور اس کی قیمت سے اپنی ضرورت پوری کرلیں۔

(صحیح بخاری حدیث نمبر948)

عمرو بن عباس نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبد الرحمٰن نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) سفیان نے ہمیں بتایا۔ عبد الرحمٰن سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباسؓ سے سنا وہ کہتے تھے: میں عید الفطر یا عید الاضحیٰ میں نبی ﷺ کے ساتھ نکلا۔ آپؐ نے نماز پڑھائی اور پھر آپؐ لوگوں سے مخاطب ہوئے اس کے بعد عورتوں کے پاس تشریف لائے اور انہیں وعظ کیا اور نصیحت کی اور صدقہ دینے کیلئے فرمایا۔

(اطرافہ: صحیح بخاری حدیث نمبر975)

کلام الامام امام الکلام

ہر ظہورے یکے سبب دارد
ہر نئی بات ظاہر ہونے کا کوئی سبب ہوتا ہے

داند آں او بدل طلب دارد
جسے وہی سمجھ پاتا ہے جسے اس بات کی جستجو ہوتی ہے

پس چُنیں شورشِ محبتِ یار
اسی لیئے اُس یارِ حقیقی کی محبت کی تڑپ

کہ بشوید ہم از خودی آ ثار
خودی کے تمام آثار مٹا ڈالتی ہے

ایں میسر نمیشود زنہار
کبھی بھی حاصل نہیں ہو سکتی

جز سخنہائے دلبر و دلدار
جب تک اس پیارے سے بات نصیب نہ ہو

عشق کو رو نما ید از دیدار
اگرچہ عشق کے لیئے دیدار ضروری ہے

نیز گہ گہ بخیزد از گفتار
مگر کبھی کبھی محبوب سے ہم کلام ہو کر بھی عشق ہو جاتا ہے

بلخصوص آں سخن کہ از دلدار
بلخصوص محبوب کی اُن باتوں

خاصیت دارد اندریں اسرار
سے جو خاص طور پر پُر از اسرار ہوتی ہیں

کُشتہء او نہ یک نہ دو نہ ہزار
الہاماتِ الٰہیہ سے گھائل ایک، دو یا ہزار انسان نہیں

ایں قتیلانِ اُبروں ز شمار
بلکہ ان گھائل ہونے والوں کا شمار ممکن ہی نہیں

ہر زمانے قتیل تازہ بخواست
ہر زمانہ نئے جان نچھاور کرنے والے طلب کرتا ہے

غازہء روئے اُو دِ شہدا ست
ان شہیدوں کے خون سے اسکے چہرے کی خوبصورتی ہے۔

ایں سعا دت چو بود قسمتِ ما
یہ سعادت جو میری قسمت میں تھی

رفتہ رفتہ رسید نو بتِ ما
کہ رفتہ رفتہ میری باری بھی آگئی

کر بلا نیست سیر ہر آنم
میں ہر لحہ کربلا کی سیر کرتا رہتا ہوں

صد حُسین است در گریبا نم
سینکڑوں حُسین میرے گریبان میں ہیں

آدمم نیز احمدِ مختار
میں آدم ہوں اور احمدِ مختار بھی

در برم جا مہ ء ہمہ ابرار
میں تمام اللہ کے فرستادوں کے خلعتیں پہنے ہوئے ہوں

کار ہائے کہ کرد با من یار
جو نشانات میرے محبوب خدا نے میرے لیئے دکھائے ہیں

بر تر آں دفتر است از اظہار
انکی تعداد اتنی ہے کہ بتانا ممکن نہیں

آنچہ داد است ہر نبی را جام
جس طرح وہ ہر نبی کو اپنی محبت کا جام پلاتا ہے

داد آں جام را مرا بتمام
اُسی طرح کا جام مجھے اس نے بتمام وکمال پلایا ہے

منظوم کلام

حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

دشمن کو ظلم کی برچھی سے تم سینہ و دل برمانے دو
یہ درد رہے گا بن کے دوا تم صبر کرو وقت آنے دو

یہ عشق و وفا کے کھیت کبھی خون سینچے بغیر نہ پنپیں گے
اس راہ میں جان کی کیا پروا جاتی ہے اگر تو جانے دو

تم دیکھو گے کہ انہی میں سے قطراتِ محبت ٹپکیں گے
بادل آفات و مصائب کے چھاتے ہیں اگر تو چھانے دو

صادق ہے اگر تو صدق دکھا قربانی کر ہر خواہش کی
ہیں جنسِ وفا کے ماپنے کے دُنیا میں یہی پیمانے دو

جب سونا آگ میں پڑتا ہے تو کندن بن کے نکلتا ہے
پھر گالیوں سے کیوں ڈرتے ہو دل جلتے ہیں جل جانے دو

عاقل کا یہاں پر کام نہیں وہ لاکھوں بھی بے فائدہ ہیں
مقصود مرا پورا ہو اگر مل جائیں مجھے دیوانے دو

وہ اپنا سر ہی پھوڑے گا وہ اپنا خون ہی بیٹے گا
دشمن حق کے پہاڑ سے گر ٹکراتا ہے ٹکرانے دو

یہ زخم تمہارے سینوں کے بن جائیں گے رشکِ چمن اس دن
ہے قادرِ مطلق یار میرا، تم میرے یار کو آنے دو

جو سچے مومن بن جاتے ہیں موت بھی اُن سے ڈرتی ہے
تم سچے مومن بن جاؤ اور خوف کو پاس نہ آنے دو

یا صدقِ محمدؐ عربی ہے یا احمدِ ہندی کی ہے وفا
باقی تو پرانے قصے ہیں زندہ ہیں یہی افسانے دو

وہ تم کو حسینؓ بناتے ہیں اور آپ یزیدی بنتے ہیں
یہ کیا ہی سستا سودا ہے دشمن کو تیر چلانے دو

میخانہ وہی ساقی بھی وہی پھر اس میں کہاں غیرت کا محل
ہے دشمن خود بھینگا جس کو آتے ہیں نظر خمخانے دو

محمود اگر منزل ہے کٹھن تو راہ نما بھی کامل ہے
تم اُس پہ توکل کر کے چلو، آفات کا خیال ہی جانے دو

سانحہ لاہور کے ضمن میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا بصیرت افروز پیغام

جماعتِ احمدیہ کے افراد کو مسلسل ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جارہا ہے اس ظالمانہ سلوک کے باوجود جماعت کی حب الوطنی میں کوئی کمی نہیں آئی ہماری بقا خداتعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہونے میں ہے اور خدا ہماری ضرور مدد کرے گا

آج دہشت گردوں کی طرف سے ہماری لاہور میں واقع دو مساجد پر حملے انتہائی وحشیانہ اور ہر لحاظ سے انسانیت سے عاری تھے۔ یہ حملے مساجد پر کئے گئے جہاں خداتعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے۔ یہ حملے نماز جمعہ کے وقت پر کئے گئے جو تمام مسلمانوں کیلئے انتہائی مقدس وقت ہے۔ کوئی بھی سچا مسلمان ایسے وحشیانہ، ظالمانہ اور سفاکانہ حملے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ کسی قسم کی دہشت گردی کی اسلام میں کوئی جگہ نہیں۔ وہ لوگ جو ان حملوں کی پشت پناہی کر رہے تھے اپنی اس حرکت کی صفائی میں اسلامی تعلیمات کو ذمہ دار ٹھہرائیں گے مگر یہ بات واضح ہو کہ حقیقت میں یہ لوگ صرف نام کے مسلمان ہیں اور ان کے اعمال اسلامی تعلیمات کی قطعاً عکاسی نہیں کرتے۔

پاکستان میں حالات بہت دردناک ہیں۔ کئی دہائیوں سے احمدی مسلمانوں کی زندگیوں کو امن سے محروم کیا جارہا ہے بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ ان احمدیوں کی زندگیوں کو مسلسل خطرے کا سامنا ہے۔ 1974 میں احمدی مسلم کو حکومت پاکستان نے غیر مسلم قرار دیا اور دس سال کے بعد ایک ظالمانہ آرڈیننس لاگو کر کے احمدی کی تمام عبادات اور اپنے دین پر عمل پیرا ہونے کو جرم قرار دے دیا گیا۔ اس قسم کے قوانین نے جماعت احمدیہ پاکستان کے معاندین کی پشت پناہی کی اور نتیجۃً انتہا پسندوں نے اس قانون کا فائدہ اٹھاتے ہوئے جماعت احمدیہ کے افراد کو مسلسل ظلم کا نشانہ بنایا۔ اس ظالمانہ سلوک کے باوجود جماعت احمدیہ پاکستان کی حب الوطنی میں کوئی کمی نہیں آئی اور کوئی فرد جماعت کبھی سول نافرمانی کا مرتکب نہیں ہوا۔ سردست واقعات کی مکمل تفصیل موصول نہیں ہوئی لیکن یہ بات واضح ہے کہ درجنوں احمدیوں نے جام شہادت نوش کیا ہے اور متعدد زخمی ہوئے ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہوں کہ مولیٰ کریم پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور شہداء کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ زخمیوں کی جلد از جلد صحت یابی کے سامان پیدا کرے۔ جماعت احمدیہ مسلمہ ایک پُر امن حقیقی اسلام پر عمل پیرا جماعت ہے اس لئے ہماری جماعت کا کوئی فرد اس واقعہ کے بعد کسی نامناسب ردعمل کا مظاہرہ نہیں کرے گا۔ ہماری بقا خداتعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہونے ہی میں ہے اور ہمیں یقین ہے کہ خدائے بزرگ و برتر نے پہلے بھی ہماری مدد کی ہے اور آئندہ بھی ہماری تائید و نصرت فرمائے گا۔ کوئی دہشت گرد اور کوئی حکومت جماعت احمدیہ کی ترقی کو نہیں روک سکتی کیونکہ یہ ایک خدائی جماعت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ ہر سعید روح کو اپنی حفاظت میں رکھے اور شر پسندوں سے محفوظ رکھے، آمین۔

لاھور کی دو مرکزی احمدی مساجد میں نمازِ جمعہ کے دوران فائرنگ اور دستی بموں کے ذریعہ دھشت گردی کا المناک واقعہ

94احباب راہِ مولیٰ میں شہید اور 124 سے زائد زخمی

اخبارات، ٹیلی ویژن اور عینی شاھدین کے بیانات کی روشنی میں رپورٹ تیار کی گئی

رپورٹ: ایف۔ شمس

پاکستان کے ثقافتی مرکز اور پنجاب کے دارالحکومت لاہور میں مورخہ 28 مئی 2010 بروز جمعۃ المبارک دو پہر تقریباً ڈیڑھ بجے احمدیہ مساجد دارالذکر گڑھی شاہو اور مسجد نور ماڈل ٹاؤن پر مسلح افراد کے منظم حملوں میں 94 احمدی احباب راہِ مولیٰ میں قربان ہو گئے اور 124 سے زیادہ زخمی ہیں۔

یہ حملے مساجد میں اس وقت ہوئے جب احباب جماعت جمعہ کیلئے مساجد میں اکٹھے ہو چکے تھے۔ دارالذکر گڑھی شاہو میں خطبہ جمعہ سے معاً پہلے اور ماڈل ٹاؤن میں مربی صاحب نے خطبہ دینا شروع ہی کیا تھا کہ یہ اندوہناک واقعات وقوع پذیر ہوئے۔

تفصیلات کے مطابق ماڈل ٹاؤن کے سی بلاک میں واقع مسجد نور میں 2 دہشت گرد جدید ہتھیاروں سے فائرنگ کرتے ہوئے مین گیٹ سے گارڈ کو ہلاک کر کے اندر داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک نے محراب کی طرف سے ایک کھڑکی کا شیشہ توڑ کر اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی۔ جبکہ دوسرا دہشت گرد اس طرف سے مسجد میں داخل ہوا جہاں جوتے رکھے جاتے ہیں اور اس نے ہینڈ گرنیڈ پھینکا اور فائر کھول دیا۔ ڈیوٹی پر متعین خدام نے جانفشانی اور جرأت و بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس دہشت گرد کو پیچھے سے بازوؤں کے ذریعہ پکڑ لیا اور بے بس کر دیا۔ اس حملہ آور نے خودکش جیکٹ پہنی تھی اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اس سے محفوظ رکھا اور مزید نقصان سے بچا لیا۔ جبکہ دوسرے حملہ آور کو شدید زخمی حالت میں گرفتار کر لیا گیا۔ ماڈل ٹاؤن کے اس وحشیانہ حملے میں بہت دیر تک گولیوں کی بارش اور بلاسٹ ہوتے رہے۔ متعدد احباب نے تہہ خانے میں ادھر ادھر بھاگ کر اپنی جانیں بچائیں۔ تاہم مکرم جنرل (ر) ناصر احمد صاحب صدر جماعت احمدیہ ماڈل ٹاؤن اور مکرم محمود احمد شاد صاحب مربی سلسلہ ماڈل ٹاؤن سمیت 26 افراد اللہ کو پیارے ہو گئے اور 35 سے زائد زخمی ہوئے۔ جنہیں جناح ہسپتال، شیخ زید ہسپتال، میو ہسپتال اور دیگر ہسپتالوں میں منتقل کیا گیا۔ جہاں فوری طور پر طبی امداد دی گئی اور خدام خون دینے کیلئے مختلف حلقوں سے ہسپتال پہنچ گئے۔

گڑھی شاہو میں واقع دارالذکر میں عینی شاہدین کے مطابق 6 سے 8 دہشتگرد مین اور پچھلے گیٹ سے داخل ہوئے۔ 4 زوردار دھماکے اور فائرنگ کر کے حملہ آوروں نے دوسری منزل اور مینار پر چڑھ کر پوزیشن سنبھال لی تا کہ پولیس اور دیگر فورسز اندر نہ آ جائیں۔ ابھی دارالذکر میں جمعہ شروع نہیں ہوا تھا تاہم ہال نمازیوں سے بھرا ہوا تھا۔ تین بلاسٹ ہال کے اندر اور ایک باہر ہوا۔ تقریباً 2 گھنٹے تک دہشت گردوں نے احباب کو یرغمال بنائے رکھا اور فائرنگ کرتے رہے۔ اطلاع ملنے پر قدرے تاخیر سے پولیس اہلکار، ایلیٹ فورس کے جوان اور بکتر بند گاڑیاں دارالذکر پہنچ گئیں اور پولیس اور حملہ آوروں میں دیر تک فائرنگ کا تبادلہ ہوتا رہا۔ ریسکیو ذرائع کے مطابق گڑھی شاہو میں خودکش دھماکوں اور حملہ آوروں کی

فائرنگ سے 34 افراد موقع پر ہی جاں بحق ہو گئے اور دیر سے ہسپتال پہنچنے کی وجہ سے اکثر زخمیوں کا زیادہ خون بہہ گیا اور وہ ہسپتال پہنچ کر دم توڑ گئے۔

دارالذکر میں سیکیورٹی ذرائع کے مطابق 2 دہشتگردوں نے خود کو اُڑا لیا۔ ماڈل ٹاؤن سے گرفتار ہونے والے 2 دہشت گردوں کو ابتدائی تحقیقات کیلئے نامعلوم مقام پر منتقل کر دیا گیا۔ دارالذکر میں مکرم ومحترم منیر اے شیخ صاحب امیر جماعت احمدیہ ضلع لاہور اور مکرم ومحترم چوہدری اعجاز نصر اللہ صاحب سمیت 68 احباب جاں بحق اور زخمی ہونے والوں کی تعداد 89 سے زائد ہے۔ سینکڑوں افراد نے دارالذکر کے تہہ خانے، باتھ رومز اور مختلف کمروں میں چھپ کر جانیں بچائیں۔ پولیس نے تقریباً شام ساڑھے پانچ بجے آپریشن مکمل کر کے کنٹرول سنبھال لیا۔ زخمی افراد کو میو ہسپتال، سروسز ہسپتال اور شہر کے کئی ہسپتالوں میں رکھا گیا۔ خدام ان ہسپتالوں میں کثیر تعداد میں پہنچ گئے اور زخمیوں کو خون کا عطیہ دیا۔ پولیس کو 3 خودکش حملہ آوروں کے سرمل گئے جبکہ دیگر ہلاک ہونے والے دہشت گردوں کی شناخت نہیں ہو سکی۔ دارالذکر اور مسجد نور کے مین ہال کا نقشہ ان حملوں کے بعد بہت خراب اور جنگ کے بعد ہونے والی تباہی کا منظر پیش کر رہا تھا۔ جابجا خون، انسانی جسم کے اعضاء، بکھری ہوئی کرسیاں، بلاسٹ کی وجہ سے کھڑکیاں دروازے اور پنکھے وغیرہ تباہ ہو گئے۔ احمدیہ مساجد پر دہشت گردی کے ان حملوں پر ملکی و غیر ملکی سرکردہ شخصیات نے شدید مذمت کی ہے اور دکھ اور افسوس کا اظہار کیا ہے۔ دھماکوں سے درجنوں گاڑیاں تباہ ہو گئیں۔ گردونواح کی متعدد عمارتوں کے شیشے ٹوٹ گئے، درجنوں دکانیں اور مکان متاثر ہوئے۔ زخمیوں میں 2 پولیس افسر بھی شامل ہیں۔ وزیر اعظم پاکستان نے تحقیقات کا حکم دے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ راہِ مولیٰ میں قربان ہونے والے جملہ احباب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ زخمیوں کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ سب پسماندگان اور جماعت احمدیہ عالمگیر کو یہ صدمہ صبر و حوصلے سے برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

تاریخ احمدیت کے اس المناک دن میں ایسے واقعات رونما ہوئے جو گزشتہ 120 سال میں نہیں ہوئے تھے۔ دارالذکر اور مسجد نور میں معصوم احمدی جانوں کے ساتھ ظالم اور سفاک دہشت گردوں نے جو خون کی ہولی کھیلی، یہ واقعہ اسلام کی تاریخ میں بھی ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ اس واقعہ میں شہید ہونے والے احباب کے لواحقین اور دوستوں نے ان کی خوبیاں بیان کیں اور بتایا کہ وہ نماز کے بہت پابند تھے، بروقت مسجد میں نماز باجماعت ادا کرنا، خدمت خلق کے تحت ڈیوٹیاں سرانجام دینا، چندے ادا کرنا اور چندوں کی وصولی کرنا، مختلف جماعتی شعبہ جات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا اور حسب توفیق خدمت اسلام بجالانا ان کے اولین کاموں میں سے تھے۔

ربوہ میں ان پیاروں کی تدفین کے موقع پر ربوہ اور دیگر کئی شہروں سے جوق در جوق احباب وخواتین اکٹھے ہوئے تھے دفاتر مجلس انصاراللہ پاکستان کے وسیع سبزہ زار میں بنے کھلے پنڈال کے نیچے مختلف ٹولیوں اور گروپس کی شکل میں بیٹھے اپنوں سے بچھڑ جانے والوں کی سیرت کے نیک تذکرے کرتے ہی ان کو سنا۔ جس گروپ میں بھی بیٹھ جائیں وہ دعاؤں کی تلقین صبر، حوصلے، اللہ تعالیٰ پر توکل اور ان شہادتوں کے بعد اپنے پختہ عزم وہمت کا اظہار کرتے نظر آیا۔

ان شہیدان وفا کے قریبی لواحقین یعنی باپ، بیٹے، بھائی، مائیں، بہنیں اس پہاڑ جیسے صدمہ کو برداشت کر کے مجسم صبر، حوصلے اور برداشت کی تصویر بنے بیٹھے تھے ان کے سارے احتجاج گلے، شکوے، ردعمل، دکھ، درد الغرض دل کے سب جذبات اللہ تعالیٰ کے دربار میں آنسوؤں کی شکل میں بہے جا رہے تھے۔ حیرت ہوتی تھی ان کے اس عظیم سانحہ کے بعد جذبات واحساسات دیکھ کے۔

پاکستان کا میڈیا اپنے ساز وسامان کے ساتھ ان بچھڑنے والوں اور راہِ مولیٰ میں قربان ہونے والوں کے رشتہ داروں اور احمدیوں کے ردعمل کو کیمرے کی آنکھ سے محفوظ کرنے ربوہ آیا اور یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ یہ کیسے لوگ ہیں، کس دنیا کی مخلوق ہیں، کہاں سے آئے ہیں، یہ سب، نہ توڑ پھوڑ، نہ جلسے جلوس، نہ جلاؤ گھیراؤ، نہ ہڑتالیں، نہ قتل وغارت؟ بلکہ میڈیا والوں کی یہ دیکھ کر سٹی ہی گم ہو گئی کہ ہر چھوٹا بڑا اپنے ردعمل کو، اپنے اس مقدمہ کو صرف اور صرف اللہ کے دربار میں پیش کرنے کی باتیں کر رہا ہے۔ بہت کوشش کی انہوں نے کہ کوئی ایک ہی ایسا مل جائے جو یہ کہے کہ ہم اس سانحہ میں ہونے والے نقصان کا بدلہ لیں گے، ہڑتالیں، جلسے، جلوس اور احتجاج کریں گے لیکن اس معاملے میں ان کو انتہائی ناکامی کا منہ دیکھنا

پڑا۔اس کے برعکس ان کے سامنے آنے والا ہر شخص صبر کی مجسم تصویر بنا، اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نظاروں کی باتیں کرتا نظر آیا۔ یہ سارے مناظر ان کے کیمرے محفوظ کرنے کے عادی نہ تھے، نیلے آسمان تلے ان کیمرے کی آنکھوں نے ایسے منظر کبھی نہ دیکھے تھے تو اب کس طرح ان سب کو محفوظ کرتے دنیا کو کیا بتاتے کہ اس پُر امن اور شریف لوگوں کی جماعت میں ان کو ایک بھی ایسا نہیں ملا جو توڑ پھوڑ اور منفی ردعمل کرتا یا اس قسم کی باتیں کرتا نظر آیا۔ بلکہ یہ لوگ صبر، حوصلے اور دعاؤں کے ذریعہ اپنے مقدمہ کو اللہ کے دربار میں پیش کر چکے ہیں۔اس لئے میڈیا نے تدفین کی ابتدائی رپورٹنگ کی اور اپنا ساز وسامان لپیٹ کر واپسی کی راہ لی۔

ادھر جب عینی شاہدین سے زخمیوں اور شہید ہونے والوں کے حالات اور واقعات سنے تو دل خون کے آنسو بھی رویا اور ہمت و بہادری کی باتوں پر خوش بھی ہوا۔آخری وقت میں اپنے گھروں سے رابطے، تسلیاں اور بعض شہید ہونے والوں کے آخری سلام پہنچانے کے واقعات بہت دلسوز اور غمناک ہیں۔ایسے احباب جن کو ایک خراش بھی نہیں آئی تھی، ان سے جو چشمدید واقعات معلوم کئے وہ کچھ یوں ہیں:

ایک صاحب نے بتایا کہ تقریباً ڈیڑھ بجے وہ دارالذکر آئے اور جمعہ کی ادائیگی کیلئے پہلی صف میں بیٹھ گئے اور مکرم مربی صاحب کے خطبہ جمعہ کیلئے سٹیج پر کھڑے ہوتے ہی باہر سے فائرنگ کی آوازیں آنی شروع ہوگئیں۔ یہ دیکھ کر خدام نے مین ہال کے آہنی دروازے بند کر دیئے لیکن پھر محراب کی طرف سے فائرنگ شروع ہوگئی اور ہینڈ گرنیڈ سے اندر دھماکا کیا گیا۔سب احباب اس صورتحال سے بچنے کیلئے صحن کی طرف بھاگے، خدام نے فوراً آہنی دروازے کھول دیئے لیکن اتنے میں حملہ آور چاروں طرف پھیل گئے اور کچھ چھت اور مینار پر چڑھ گئے۔ گولیوں اور دھماکوں کی ہر طرف سے آوازیں آرہی تھیں۔زخمیوں کی چیخ وپکار اور شور میں کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔تاہم اپنے ہوش وحواس قائم رکھتے ہوئے احباب مختلف جگہوں میں پناہ لینے کیلئے بھاگے۔تہہ خانہ، گیسٹ ہاؤس کی طرف جانے والی سیڑھیاں، غسلخانے، مربی ہاؤس، لجنہ کی گیلری کی طرف جانے والا زینہ حتّٰی کہ صحن کے شمال کی طرف موجود ڈش انٹینا اور پلرز کے پیچھے چھپ کر بھی لوگوں نے جان بچائی۔ دو اڑھائی گھنٹے تک مسلسل فائرنگ اور دھماکے ہوتے رہے۔گیسٹ ہاؤس کی طرف جانے والی سیڑھیوں میں 30 افراد نے پناہ لی اور دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ زیرلب دعائیں، تین تین دفعہ اجتماعی دعائیں، ذکر الٰہی درود شریف کی دھیمی آوازیں ہر طرف سے آرہی تھیں۔اپنی قمیصیں اور شرٹیں پھاڑ کر زخمیوں کے خون روکنے کی کوشش کی گئی۔مربی ہاؤس کے سامنے سیڑھیوں کے نیچے پناہ لینے والے ایک شخص نے بتایا کہ اس حملہ آور نے مربی ہاؤس کا دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا دروازہ کھولو پولیس آگئی ہے لیکن مربی ہاؤس کے اندر پناہ گزینوں نے حکمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دروازہ نہ کھولا تو دہشت گرد نے دروازے پر گولیاں برسائیں اور دروازہ توڑنے کیلئے ایک ہینڈ گرنیڈ پھینکا جو دروازہ سے ٹکرایا ضرور لیکن پھٹا نہیں بلکہ کچھ دور جا کے لان میں پھٹ گیا اس طرح اللہ تعالیٰ نے مربی ہاؤس میں محصور احباب کی جان بچائی۔ڈش انٹینا کے پیچھے 8-10 افراد موجود تھے ان میں سے ایک نے بتایا چھت اور مینار سے ڈش کے پیچھے بیٹھے ہوئے افراد صاف نظر آسکتے تھے لیکن کسی حملہ آور کی ان پر نظر نہ پڑی۔ایک احمدی دوست ایک ستون کی اوٹ میں کھڑے ہو کر اللہ سے دعاؤں میں مصروف تھے بظاہر وہ بالکل نشانے پر تھے لیکن جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔ الغرض اس طرح کے کئی مناظر دارالذکر اور ماڈل ٹاؤن میں دیکھنے کو ملے۔

ماڈل ٹاؤن کے احباب اور خدام نے ہمت، جرأت اور جان پر کھیل کر دہشت گرد کو پکڑا اور انتظامیہ کے حوالے کیا۔ایک دہشت گرد جس نے خودکش جیکٹ پہنی ہوئی تھی اور جو بہت فائرنگ اور دھماکے کر رہا تھا اسے ایک 22 سالہ خادم دبوچنے کیلئے آگے بڑھا اور اللہ نے اس کو اتنی طاقت اور بہادری عطا فرمائی کہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا اور اس کے ساتھ دیگر خدام نے بھی آگے بڑھ کر اس کو بے بس کر دیا اور اب اسی سے مزید تفتیش کے بعد سات آٹھ دہشت گرد پکڑے بھی گئے ہیں۔اس بہت بڑے اور اندوہناک سانحہ کے موقعہ پر احباب کا صبر، حوصلہ اور مشکل وقت پر قابو پانے کے پُرحکمت انداز اپنی مثال آپ تھے۔ پوری دنیا کے احمدی احباب نے ایک ایک شہید ہونے والے احمدی بھائی پر دکھ کا اظہار کیا، ان کی آنکھیں اشکبار تھیں لیکن دل خدا کی طرف لگے ہوئے تھے کہ یا اللہ تو ان سے بدلہ لینے پر قادر ہے ہم اپنا مقدمہ تیری عدالت میں رکھتے ہیں سب کا دکھ سانجھا تھا۔ برابر کا افسوس اور تکلیف تھی۔ اللہ تعالیٰ اس حادثہ میں ہونے والے سب زخمیوں کو صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے اور سب کا حافظ وناصر ہو۔

(روزنامہ الفضل 31 مئی , 1 جون 2010)

ایک جگہ پر ایک دو سے زیادہ میتیں دیکھنا یا تدفین کے موقع پر انہیں قبر میں اتارنے کے مناظر بہت جذباتی، دکھ اور افسوس سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ایسے موقع پر یا لازمی جذبات کی وجہ سے ایسی بات یا کوئی حرکت ہو جاتی ہے جو دینی روح کے خلاف ہو لیکن آفرین ہے ان احمدی مرد و خواتین پر جنہوں نے اپنے جذبات پر کمال ضبط کرتے ہوئے اللہ کے گھر میں شہید ہونے والوں کا آخری دیدار کیا اور ان کی تدفین میں شامل ہوئے۔گرم موسم کی شدت کے باوجود گھنٹوں انتظار کر کے انہوں نے تدفین اور اجتماعی دعا میں شرکت کی اور یہ بھی اپنی نوعیت کا انوکھا اور منفرد واقعہ ہے کہ مرکز سلسلہ ربوہ میں جماعتی انتظام کے تحت مسلسل چار دن شہداء کی نماز جنازہ اور تدفین کی جاتی رہی ہے عام قبرستان کے چاروں اطراف تاحدِ نگاہ احباب کا رَش دیکھنے میں آیا۔

چند میتوں کو دفنا کے احباب ابھی راستے میں ہی ہوتے کہ ہوٹر بجاتی ایمبولینس کچھ اور میتوں کو لئے عام قبرستان پہنچ جاتیں اور احباب جو جا رہے ہوتے الٹے قدموں واپس ہوتے اور شہیدوں کی تدفین اور دعا میں شریک ہو جاتے اور یہ سلسلہ چار دن تک صبح سے رات تک جاری رہا۔اس سانحہ پر ربوہ بھر میں دکھ اور افسوس کی کیفیت طاری تھی اور یہ کیفیت کیوں نہ ہوتی یہ دکھ تو سب کا سانجھا تھا، ربوہ کے محلے گلیاں اور بازار سنسان تھے۔

عام قبرستان میں جمعہ کے دن بعد نماز عصر قبریں کھودنے کا کام شروع ہو گیا۔ 300 خدام ربوہ نے بڑھ چڑھ کر اس وقار عمل میں حصہ لیا اور رات 12 بجے تک تقریباً 100 قبریں کھود ڈالیں۔جن کو رات بھر مزید سیٹ کیا جاتا رہا نو جوانوں کا ایسے موقع پر جذبہ اور خدمت دین سے لگن اور محبت قابل دید تھی۔جس کے ہاتھ میں بھی کسی یا بیلچہ آتا وہ زمین سخت ہونے کے باوجود مسلسل کھدائی کرتا چلا جاتا اور تھکاوٹ اس کے پاس نہ آتی۔

اس اندوہناک واقعہ کی اطلاع ملتے ہی خدام کی ایک کثیر تعداد بلڈ بنک خون دینے کیلئے پہنچ گئی جہاں پر خدام کی فہرستیں بنائی گئیں اور نیگیٹو گروپس کو Bleed کروایا گیا۔باقی خدام کو ریزرو کے طور پر رکھا گیا۔تاکہ حسب حال بلیڈ کروایا جا سکے۔تین دن تک خون دینے کیلئے کم از کم 50 خدام بلڈ بنک میں موجود رہے۔ دارالصناعہ کے تحت تابوت بھی رات بھر بنتے رہے اور روئی (Cotton) مشک کافور، پلاسٹک شیٹس اور ہتھوڑی وغیرہ کا انتظام کیا گیا۔

تمام شہداء کی میتوں کے استقبال کیلئے ایک مستعد ٹیم موجود تھی۔میتوں کی ٹول پلازہ پر آمد کے بعد موٹر سائیکلوں کے حفاظتی حصار میں دفاتر انصاراللہ پاکستان تک لے جایا جاتا۔اس شعبہ کے تحت 75 موٹر سائیکل سمیت 150 خدام نے 24 گھنٹے ڈیوٹی دی بہشتی مقبرہ عام میں تدفین کے انتظامات کے حوالے سے بھی خدام نے بھرپور ڈیوٹی دی۔خواتین و حضرات کے بیٹھنے کیلئے علیحدہ علیحدہ نشستوں کا انتظام کیا گیا احاطہ قبور کے گرد ایک حفاظتی حصار قائم کیا گیا اس حصار کے باہر خدام نے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر ایک اور بیرونی حفاظتی زنجیر بنائی۔ جنازہ کی آمد پر خدام کی ایک ٹیم میت کو اٹھا کر مقام تدفین پر لے آتی، باری باری سب میتوں کو قبروں میں منتقل کیا جاتا۔ریت اور مٹی ڈالنے والی خدام کی الگ ٹیم تھی۔ تدفین، حفاظت اور دیگر جملہ امور کی شفٹ کے دوران 500 خدام، 10 موٹر سائیکل اور 4 گاڑیاں ڈیوٹی پر موجود رہیں۔شعبہ اطفال کی طرف سے ڈیوٹی والے خدام اور دیگر احباب کو ٹھنڈا پانی پلانے کا انتظام تھا۔ ایک شفٹ میں 50 سکاؤٹس ڈیوٹی دے رہے تھے۔ ناصر فائر فائٹنگ سروس کے تحت ربوہ کے راستوں پر اور بہشتی مقبرہ عام میں ہمہ وقت پانی کے چھڑکاؤ کا انتظام رہا نیز مختلف جگہوں پر پانی کی سپلائی کو بھی یقینی بنایا گیا۔اس افسوسناک موقع پر سینکڑوں خدام انصار اور اطفال نے جذبے کے ساتھ ڈیوٹیاں دیں اور پوری دنیا کو بتا دیا کہ پُر امن رہ کر محنت و جانفشانی کے ساتھ اتنا بڑا کام کیا جا سکتا ہے۔اللہ تعالیٰ سب خدام سلسلہ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کا حامی و ناصر ہو، آمین۔

(روزنامہ الفضل ربوہ یکم جون 2010)

تیری محبت میں میرے پیارے ہر اک مصیبت اٹھائیں گے ہم
مگر نہ چھوڑیں گے تجھ کو ہرگز نہ تیرے در پر سے جائیں گے ہم

تیری محبت کے جُرم میں ہاں جو پیس بھی ڈالے جائیں گے ہم
تو اس کو جانیں گے عین راحت نہ دل میں کچھ خیال لائیں گے ہم

(کلامِ محمود)

اک صدی سے ہم چُپ ہیں

ارشاد عرشی ملک ۔اسلام آباد پاکستان

arshimalik50@hotmail.com

خوف تم کو نہیں ذرا لوگو ، دیکھ لو اک صدی سے ہم چپ ہیں
اپنی چپ بھی ہے اک صدا لوگو، دیکھ لو اک صدی سے ہم چپ ہیں

پانچ پشتوں سے جی رہے ہیں ہم ، نفرتو ں کے سیاہ موسم میں
یہ ہے نسلوں کا معا ملہ لوگو ، دیکھ لو اک صدی سے ہم چپ ہیں

ظلم کی جس قدر بھی طاقت تھی ، سب کی سب آز ما چکے ہو تم
اپنا قائم ہے حوصلہ لوگو ، دیکھ لو اک صدی سے ہم چپ ہیں

دشمنی کو جفا کو نفرت کو آخری حد پہ لے گئے ہو تم
اپنا پیغام پیار تھا لوگو ، دیکھ لو اک صدی سے ہم چپ ہیں

ہینڈ گرنیڈ لے کے گھس آئے تم خدا کے گھروں میں بے خوفو!
حشر تم نے کیا بپا لوگو ، دیکھ لو اک صدی سے ہم چپ ہیں

فرشِ مسجد پہ خون کے دھبے اور دیوارودَر حنائی ہیں
ہم پہ اُتری ہے کربلا لوگو ، دیکھ لو اک صدی سے ہم چپ ہیں

تم نے روکی ندا اذانوں کی جن مناروں سے ، گونج اٹھے ہیں
گولیوں سے وہ جا بجا لوگو ، دیکھ لو اک صدی سے ہم چپ ہیں

سو کے لگ بھگ اٹھائے ہیں لاشے ، بے گناہوں کے بے پناہوں کے
دل بہت ہے دُکھا ہوا لوگو ، دیکھ لو اک صدی سے ہم چپ ہیں

پھر بھی چہرے مرے شہیدوں کے ، کہہ رہے ہیں کہ سُرخ رو ہیں ہم
ہم نے مقصود پا لیا لوگو ، دیکھ لو اک صدی سے ہم چپ ہیں

زخم جسموں پہ زخم روحوں پر ، زخم ہی زخم ہو گئے ہیں ہم
دل ہے اس وقت آبلہ لوگو ، دیکھ لو اک صدی سے ہم چپ ہیں

پُرسکوں جو دکھائی دیتا ہے ، اس سمندر کی تہہ کے اندر
ہے تلاطم چُھپا ہوا لوگو ، دیکھ لو اک صدی سے ہم چپ ہیں

خوں کے آنسو بہا رہے ہیں ہم ، حال ربّ کو سنا رہے ہیں ہم
اک وہی اپنا آسرا لوگو ، دیکھ لو اک صدی سے ہم چپ ہیں

وقت جب موت کا قریب آیا کوئی بھی خوف سے نہ تھرّایا
دل نے سب کے کہا بلیٰ لوگو ، دیکھ لو اک صدی سے ہم چپ ہیں

یہ شہیدوں کے خون کی لالی ، یہ تو اپنا سنگھار ہے پیارو
عشق ہوتا ہے سر پھرا لوگو ، دیکھ لو اک صدی سے ہم چپ ہیں

کلمہ گووَں پہ ظلم یہ بھاری ، وہ مروّت حیا رواداری
تم نے سب کچھ بھلا دیا لوگو ، دیکھ لو اک صدی سے ہم چپ ہیں

تم نے کلمہ مٹا دیا ہے جو ، مسجدوں سے گھروں کے ماتھوں سے
ہم نے دل پر وہ لکھ لیا لوگو ، دیکھ لو اک صدی سے ہم چپ ہیں

اپنی رگ رگ میں جاری و ساری ، ظالمو کلمہء شہادت ہے
ہے لہو میں رچا ہوا لوگو، دیکھ لو اک صدی سے ہم چپ ہیں

تیوروں سے ، زباں سے ، ہاتھوں سے، تم نے ہم کو بہت ستایا ہے
ہم نے برسوں سہی سزا لوگو ، دیکھ لو اک صدی سے ہم چپ ہیں

ایسے جور و جفا سے' دہشت سے ، قافلے عاشقوں کے رکتے ہیں؟
عشق بڑھتا چلا گیا لوگو ، دیکھ لو اک صدی سے ہم چپ ہیں

گر نہ کہتے سلام مہدؑی کو، تم بتاؤ ہم اور کیا کرتے
تھا یہ فرمان مصطفےٰ ﷺ لوگو ، دیکھ لو اک صدی سے ہم چپ ہیں

مانتا جو مسیح ومہدی کو وہ سزا وار تھا مظالم کا
تھی یہی سنتِ خدا لوگو، دیکھ لو اک صدی سے ہم چپ ہیں

ظلم کرنے پہ تم جب آتے ہو ، سب حدوں کو پھلانگ جاتے ہو
اپنا ہتھیار ہے دُعا لوگو ، دیکھ لو اک صدی سے ہم چپ ہیں

شورِ محشر خدا کے کوچے میں ، ہم مچاتے ہیں شب کو سجدوں میں
دن کو رہتے ہیں بے صدا لوگو، دیکھ لو اک صدی سے ہم چپ ہیں

گر ہو مظلوم کی زباں بندی ، ٹوٹ پڑتا ہے قہر ظالم پر
بول پڑتا ہے خود خدا لوگو ، دیکھ لو اک صدی سے ہم چپ ہیں

ظلم "بلی" پہ بھی اگر ہو تو، دوڑ پڑتے ہیں سب کے سب چینل
ہم سے غافل ہے میڈیا لوگو ، دیکھ لو اک صدی سے ہم چپ ہیں

ہتھکڑی بیڑیوں سے کیا ڈرنا، سب کے سب عاشقوں کے زیور ہیں
ہم سے مقتل بھی سج گیا لوگو ، دیکھ لو اک صدی سے ہم چپ ہیں

کس لئے ہم کو تنگ کرتے ہو ، تم تو مولا سے جنگ کرتے ہو
ہم میں وہ یار ہے چھپا لوگو ، دیکھ لو اک صدی سے ہم چپ ہیں

زخم سہنے میں ایک لذّت ہے ، اس کو تم چیرہ دست کیا جانو
ہم نے چکھا ہے یہ مزہ لوگو، دیکھ لو اک صدی سے ہم چپ ہیں

تم نے اُنیس سو چوہتر میں نفرتوں کی جو آگ بھڑکائی
اب وہ شعلے ہیں جا بجا لوگو، دیکھ لو اک صدی سے ہم چپ ہیں

تم ہو نشے میں چُور طاقت کے ، جی میں جو آئے آج کر گزرو
اپنا مولا پہ اکتفا لوگو ، دیکھ لو اک صدی سے ہم چپ ہیں

ہم پہ فضل خدا رہا ہر دم ، منزلیں خود ہی آ ملیں ہم سے
گرچہ ہم تھے شکستہ پا لوگو، دیکھ لو اک صدی سے ہم چپ ہیں

زور سارا لگا لیا تم نے ، تا ہمارا نشان مٹ جائے
ہو گئے ہم کئی گنا لوگو ، دیکھ لو اک صدی سے ہم چپ ہیں

ہم محمد ﷺ کی خاک پا لوگو ، اس کے دَر کے ہیں ہم گدا لوگو
ہم نے یہ بارہا کہا لوگو ، دیکھ لو اک صدی سے ہم چپ ہیں

ہم کو بے چین کر دیا تو کیا ، چین اپنا بھی کھو دیا تم نے
ظلم کی ظلم ہے جزا لوگو ، دیکھ لو اک صدی سے ہم چپ ہیں

بے اماں ، بد دعائے شہروں میں چین کس کو نصیب ہوتا ہے
ہے یہ قدرت کا فیصلہ لوگو، دیکھ لو اک صدی سے ہم چپ ہیں

آج وطنِ عزیز میں عرشی زیست مہنگی ہے موت سستی ہے
اپنی کرنی کی ہے سزا لوگو ، دیکھ لو اک صدی سے ہم چپ ہیں

دارالذکر اور مسجد نور میں قتلِ عام کی خبر سُن کر

لطف الرحمٰن محمود

تم کو بھی تو لایا جائے گا میزانِ عدل میں
دینا پڑے گا خون بہا دیکھتے رہو

ڈھائی ہیں تُم نے اہلِ صفا پر قیامتیں
ہو کر رہے گا حشر بپا، دیکھتے رہو

دُنیا میں مُردے سوتے ہیں امن و سکون سے
تم نے تو یہ بھی حق نہ دیا، دیکھتے رہو

ہم نے تو جبر سہہ لیا صبرورضا کے ساتھ
تم پہ پڑے گا وقت کڑا، دیکھتے رہو

کلمہ مِٹانے والوں کو مٹنا ہے ایک دن
خنجر بدست خود ہے خُدا ، دیکھتے رہو

طوفانِ نوحؑ سے سانحہ بُلدانِ لوطؑ تک☆
دیوار پہ لکھی ہے سزا، دیکھتے رہو

☆نوٹ: ''نوحؑ کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا اور لوطؑ کی زمین کا واقعہ تم بچشمِ خود دیکھ لوگے۔''

(حقیقة الوحی ، روحانی خزائن جلد22صفحہ269)

تحریکِ طالبان کو انتباہ

جمیل الرحمٰن ۔ ہالینڈ

اپنے لاہور کے احمدی شہیدوں اور زخمیوں کے نام

مار سکتے ہو تم۔۔۔مار دو
کاٹ سکتے ہو تم۔۔۔کاٹ دو
پھونک سکتے ہو تم۔۔۔پھونک دو
اس سے زیادہ تو بس میں تمہارے نہیں
یاد رکھو مگر ہم فنا ہونے والے قبیلے میں شامل نہیں
اپنی طاقت وسطوت ودہشت کے بل پر بھی تم
لوحِ موجود سے احمدیت مٹانے کے قابل نہیں
ظالمو ہم نئے دن کی تقدیر ہیں
تم نہیں جانتے ہم اگر خاک ہو بھی گئے
تو ہمارے ہر اک ذرۂ خاک سے
لیں گے گھر گھر جنم، ان گنت احمدی لحظہ لحظہ وہ نسلیں نئی
ٹوٹ کر جو تمہارے قبیلوں ہی سے آئیں گے
سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی تاریخ دوہرائیں گے
کیونکہ تقدیرِ مولیٰ تو اب ہے یہی۔۔۔
تم میں ہمت ہے تو آؤ اور رقصِ ابلیس کرتے ہوئے
میرے مولیٰ کی تقدیر کو ہونے سے روک لو
آزماؤ ہر اک طاقتِ خوف کو اور میرے قبیلے کے بھی حوصلے دیکھ لو

لاہور دہشت گردی میں راہ مولیٰ میں قربان ہونے والے احباب جن کی ربوہ میں تدفین ہو چکی ہے

31مئی کی دو پہر تک نظارت امور عامہ کی جاری کردہ فہرست تدفین کے اعتبار سے

نمبر شمار	نام	ولدیت	پتہ	عمر
1	مکرم محمد شایل منیر صاحب	مکرم محمد منیر صاحب	شادمان لاہور	21
2	مکرم حل خان ناصر صاحب	مکرم حاجی احمد صاحب	پنجاب سوسائٹی لاہور	52
3	مکرم محمد اکرم ورک صاحب	مکرم چوہدری اللہ دتہ ورک صاحب	گلبرگ لاہور	74
4	مکرم عتیق الرحمان وڑائچ صاحب	مکرم محمد شفیع صاحب	میونس گارڈن لاہور	55
5	مکرم منور احمد صاحب	مکرم منیر احمد صاحب	گلشن پارک لاہور	30
6	مکرم ایس احمد صاحب	مکرم منیر احمد صاحب	گلشن پارک لاہور	36
7	مکرم نثار احمد صاحب	مکرم غلام رسول صاحب	نواں پنڈ نارووال	45
8	مکرم اعجاز احمد صاحب	مکرم انور بیگ صاحب	حبیب اللہ روڈ لاہور	42
9	مکرم محمد اسلم صاحب	مکرم راجہ خان صاحب	میونس گارڈن لاہور	58
10	مکرم احسان احمد خان	مکرم وسیم احمد خان صاحب		26
11	مکرم ساجد نعیم صاحب	شیخ امیر احمد صاحب	جوہر ٹاؤن لاہور	59
12	مکرم محمد شاہد صاحب	مکرم محمد شفیع صاحب	الفیصل ٹاؤن کینٹ لاہور	27
13	مکرم خاور ایوب صاحب	مکرم محمد قیوم صاحب	ٹاؤن شپ لاہور	57
14	مکرم الیاس احمد صاحب	مکرم ماسٹر محمد شفیع اسلم صاحب	جسٹس کالونی لاہور	74
15	مکرم مرزا ظفر احمد صاحب	مکرم مرزا منصور احمد صاحب		54
16	مکرم محمود احمد صاحب	مکرم اکبر علی صاحب	نشیمن پارک لاہور	60
17	مکرم محمود احمد شاد صاحب مربی سلسلہ	مکرم غلام احمد صاحب	ماڈل ٹاؤن لاہور	46
18	مکرم مرزا اکرم بیگ صاحب	مکرم مرزا منور بیگ صاحب	شاداب کالونی گڑھی شاہولاہور	58
19	مکرم مسعود احمد صاحب	مکرم احمد دین صاحب	شمالی چھاؤنی لاہور	27
20	مکرم مرزا منصور بیگ صاحب	مکرم مرزا سرور بیگ صاحب		32
21	مکرم چوہدری محمد مالک صاحب	مکرم چوہدری فتح محمد صاحب	جوہر ٹاؤن لاہور	93
22	مکرم ناصر محمود صاحب	مکرم محمد عارف نسیم صاحب	ماڈل ٹاؤن لاہور	
23	مکرم سجاد اظہر بھروانا صاحب	مکرم مہر اللہ یار بھروانا صاحب	ٹھٹھہ شیر کا ضلع جھنگ حال لاہور	26
24	مکرم کیپٹن (ر) مرزا نعیم الدین صاحب	مکرم مرزا سراج الدین صاحب	کینٹ لاہور	62
25	مکرم شیخ محمد اکرام اطہر صاحب	مکرم شیخ میاں مس الدین صاحب	گرین ایونیو ڈیفنس روڈ کینٹ لاہور	66
26	مکرم ملک مقصود احمد صاحب	مکرم ایس اے محمود صاحب	ڈیوس روڈ لاہور	70
27	مکرم سردار افتخار الغنی صاحب	مکرم سردار عبدالشکور صاحب	ماڈل ٹاؤن لاہور	47
28	مکرم محمد یحییٰ خان صاحب	مکرم محمد عبداللہ خان صاحب	فیصل ٹاؤن لاہور	80
29	مکرم سید ارشاد علی شاہ صاحب	مکرم سید سمیع اللہ صاحب	گرین ٹاؤن لاہور	83
30	مکرم پروفیسر عبدالودود صاحب	مکرم عبدالمجید صاحب	کینٹ لاہور	56
31	مکرم محمد انور صاحب	مکرم محمد خان صاحب	بیت النور ماڈل ٹاؤن لاہور	42
32	مکرم عمیر احمد صاحب	مکرم ملک عبدالرحیم صاحب	ماڈل ٹاؤن لاہور	35
33	مکرم ظفر اقبال صاحب	مکرم محمد صادق صاحب	باغبان پورہ لاہور	60
34	مکرم محمد آصف فاروق صاحب	مکرم لیاقت علی صاحب	نصرت کالونی مصطفیٰ آباد	28
35	مکرم شیخ مبشر احمد صاحب	مکرم شیخ حمید احمد صاحب	فیروزپور روڈ۔گلبرگ IIIلاہور	47
36	مکرم محمد رشید ہاشمی صاحب	مکرم سید محمد منیر شاہ ہاشمی صاحب	CMH آفیسر کالونی کینٹ لاہور	78
37	مکرم مبارک احمد طاہر صاحب (داماد مولانا دوست محمد شاہد صاحب)	مکرم عبدالمجید صاحب	واپڈا ٹاؤن لاہور	57
38	مکرم مبارک علی اعوان صاحب	مکرم عبدالرزاق صاحب	قصور شہر	60
39	مکرم وسیم احمد صاحب	مکرم عبدالقدوس صاحب	پورن نگر سیالکوٹ	38
40	مکرم ندیم طارق صاحب	مکرم منشاء طارق صاحب	گلشن راوی لاہور	39
41	مکرم امتیاز احمد صاحب	مکرم چوہدری نثار احمد صاحب	فیز I۔DHAلاہور	34
42	مکرم ملک زبیر احمد	مکرم ملک رشید احمد	گلبرگ	65
43	مکرم عبدالرحمٰن صاحب	مکرم محمد اسلم صاحب	گوالمنڈی لاہور	20
44	مکرم اعجاز الحق طاہر صاحب	مکرم الحاج رحمت حق صاحب	تاج پورہ لاہور	43
45	مکرم محمود احمد صاحب	مکرم مجید احمد صاحب	سیکیورٹی گارڈ دارالذکر	55
46	مکرم میاں محمد سعید صاحب	مکرم میاں محمد یوسف صاحب	گلبرگ 3لاہور	80
47	مکرم چوہدری محمد نواز بجہ صاحب	مکرم چوہدری غلام رسول صاحب	سبزہ زار لاہور	80
48	مکرم ڈاکٹر طارق بشیر صاحب	مکرم محمد یوسف خان صاحب	گڑھی شاہو لاہور	57
49	مکرم میاں منیر احمد عمر صاحب (پوتے حضرت خلیفۃ المسیح الاول)	مکرم مولوی عبدالسلام صاحب	ماڈل ٹاؤن لاہور	70
50	مکرم عامر لطیف پراچہ صاحب	مکرم عبداللطیف پراچہ صاحب	سٹیٹ لائف ہاؤسنگ سوسائٹی لاہور	35
51	مکرم طاہر محمود صاحب	مکرم ملک سعید احمد صاحب	شیر شاہ کالونی رائیونڈ روڈ لاہور	53
52	مکرم منصور احمد صاحب	مکرم عبدالحمید جاوید صاحب	مغلپورہ لاہور	32
53	مکرم ملک انصار الحق صاحب	مکرم ملک انوار الحق صاحب	عسکری ون	63
54	مکرم مسعود احمد اختر باجوہ صاحب	مکرم چوہدری محمد حیات باجوہ صاحب	زمان پارک لاہور	68
55	مکرم میاں لئیق احمد صاحب	مکرم میاں شفیق احمد صاحب	کینال پارک لاہور	65
56	مکرم محمد اشرف بلال صاحب	مکرم عبداللطیف صاحب	اپر مال لاہور	56
57	مکرم منور احمد قیصر صاحب	مکرم عبدالرحمٰن صاحب	باغبان پورہ لاہور	55
58	مکرم منیر اے شیخ صاحب (امیر ضلع لاہور)	مکرم شیخ تاج الدین صاحب	گارڈن ٹاؤن لاہور	69
59	مکرم عرفان احمد ناصر صاحب	مکرم عبدالمالک صاحب	دارالذکر لاہور	26
60	مکرم میاں مبشر احمد صاحب	مکرم میاں برکت علی صاحب	شمالی چھاؤنی لاہور	65
61	مکرم نور الامین صاحب	مکرم نصیر احمد صاحب	گرین ٹاؤن لاہور	39
62	مکرم فدا حسین صاحب	مکرم قادر خان صاحب	کینٹ لاہور	66
63	مکرم شیخ شمیم احمد صاحب	مکرم شیخ نعیم احمد صاحب	شادباغ لاہور	37
64	مکرم سید لئیق احمد صاحب	مکرم سید محی الدین احمد صاحب	DHAلاہور	72
65	مکرم شیخ محمد یونس صاحب	مکرم شیخ جمیل احمد صاحب	کالج روڈ لاہور	63
66	مکرم ملک عبدالرشید صاحب	مکرم ملک عبدالحمید صاحب	سرفراز رفیقی روڈ کینٹ لاہور	
67	مکرم چوہدری اعجاز نصر اللہ خان صاحب	مکرم چوہدری محمد اسد اللہ خان صاحب	ڈیفنس لاہور	83
68	مکرم چوہدری محمد احمد صاحب	مکرم ڈاکٹر نور احمد صاحب	جوہر ٹاؤن لاہور	82
69	ارشد محمود بٹ صاحب	مکرم محمود احمد بٹ صاحب	کوٹ لکھپت لاہور	48
70	مکرم خلیل احمد سونگی صاحب	مکرم نصیر احمد سونگی صاحب	ڈیفنس حال امریکہ	51

سو سروں کا نذرانہ

جو راہ حق میں دیا سو سروں کا نذرانہ
خدائے عزوجل تو قبول فرمانا

ہراس و خوف کی کوئی رمق نہیں دل میں
کہ کارزارِ محبت میں کیسا گھبرانا

ہماری عرض سنے گا وہ قادر مطلق
ہماری کوئی کچہری نہ کوئی ہے تھانہ

جو کر رہے ہو خدا سے چھپاؤ گے کیسے
فقیہہ مصلحت بیں کو یہ بات سمجھانا

بہت ہے حبس، خداوند کوثر و تسنیم
تو اپنے فضل کی بارش ادھر بھی برسانا

مجھے پہنچنا ہے صبر و رضا کی منزل پر
اے سیل اشک مرے راستے سے ہٹ جانا

جو عہدِ بیعت کیا اس کی پاسداری کو
لہو سے دستخط ہم کر رہے ہیں روزانہ

عبدالکریم قدسیؔ